ہفت روزہ

ندائے خلافت

۲۴ر جنوری ۱۹۹۴ء

☆ خطباتِ خلافت کے بعد سوال و جواب کی محفل

☆ مسلمانوں کا مستقبل--- غیروں کی دور اندیشی' اپنوں کی بے نیازی

☆ جہادِ کشمیر کے لئے "فسادِ افغانستان" میں کوئی سبق ہے؟

اسلام کے دو معاشی نظام

"اسلام نے معاشی اور اقتصادی معاملات میں عدل و قسط کا جو مقام متعین کیا ہے' جس میں اس نے مساوات اور آزادی ایسی بظاہر متضاد اقدار کو نہایت خوبصورتی اور توازن سے سمو دیا ہے اس کے بارے میں یہ بات شاید اکثر لوگوں کو چونکا دے (اور یہی میں چاہتا ہوں تاکہ ذہن بیدار ہو جائیں) وہ یہ ہے کہ اسلام کا معاشی نظام ایک نہیں دو ہیں۔ اور دونوں اپنی اپنی جگہ از ابتداء تا انتہا مکمل ہیں۔ چنانچہ دونوں کا اپنا اپنا فلسفہ ہے' دونوں کا مختلف نظریہ ملکیت' نظریہ حقوق اور نظریہ قدر زائد (Surplus Value) ہے اور ظاہر ہے کہ یہی چیزیں کسی معاشی نظام میں بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ جملہ امور ان دونوں میں بالکل جدا جدا ہیں۔ اسلام کے ان دونوں معاشی نظاموں کو کوئی چاہے تو یوں کہہ لے کہ یہ دونوں ایک ہی نظام کے دو رخ ہیں لیکن بہرحال ان کے علیحدہ علیحدہ وجود سے انکار ممکن نہیں۔ البتہ یہ دونوں نظام ایک دوسرے سے انٹر کنکٹڈ بھی ہیں اور بہت حد تک انٹر ڈپینڈنٹ بھی۔ اور اسلام کی اصل برکات اور اس کے جملہ ثمرات کا کامل ظہور ان دونوں کے اجتماع اور اتصال ہی سے ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ اگر ان دونوں میں سے ایک پہلو نگاہوں سے اوجھل ہو جائے اور توجہ صرف دوسرے پر مرکوز ہو جائے تو اس سے جو تصویر سامنے آئے گی وہ اصل حقیقت سے بہت دور ہو گی۔ ان میں سے ایک اسلام کا روحانی و اخلاقی نظام ہے اور دوسرا قانونی و فقہی نظام۔ اور ان دونوں کے تقاضے بسا اوقات مختلف ہی نہیں متضاد ہوتے ہیں تاہم ان دونوں کے امتزاج سے اسلام کا کامل نظام وجود میں آتا ہے۔"

(ڈاکٹر اسرار احمد کے ایک کالم مطبوعہ روزنامہ جنگ کا ابتدائیہ)

قیمت ۵ روپے

راولپنڈی میں تحریک کی سرگرمیاں

مقامی اخبارات کے آئینے میں

پچھلے دنوں تحریک خلافت پاکستان کی علاقائی کمیٹی راولپنڈی نے نئے سال کے استقبال کے بہانے اٹھائے جانے والے طوفان بدتمیزی اور طومار فحاشی و بے حیائی کے خلاف ایک منظم مظاہرہ کیا تھا جسے مقامی اخبارات نے بھی قدرے اہمیت دی۔ خبروں کے تراشے پیش خدمت ہیں۔ ناظم اعلیٰ' جنرل ایم ایچ انصاری کے معاونین تحریک خلافت سے خطاب کا بالتصویر ذکر بھی سب سے بڑے اخبار میں آیا ہے جو انہوں نے ماہانہ درس قرآن کی محفل میں دیا۔

تحریک خلافت پاکستان کے ناظم اعلیٰ ایم ایچ انصاری ماہانہ درس قرآن کے سلسلے میں منعقدہ تقریب سے خطاب کر رہے ہیں

موجودہ ملکی حالات کے باعث کسی وقت بھی بڑی آزمائش متوقع ہے

دین حق کا عادلانہ نظام قائم کرنے کیلئے اصلاح امت کی جدوجہد تیز تر کرنی چاہئے — جنرل انصاری

راولپنڈی (پ ر) تحریک خلافت پاکستان کے ناظم اعلیٰ جنرل ایم ایچ انصاری نے کہا کہ جب کسی قوم پر کوئی عذاب آتا ہے تو صرف بدکار ہی اس کی زد میں نہیں آتے بلکہ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جانے کے مصداق نیک بھی عذاب کا شکار ہو جایا کرتے ہیں وہ یہاں پیر کو ماہانہ درس قرآن کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ محض دعاؤں سے کسی قوم کی حالت نہیں بدلتے بلکہ اس نے مقبولیت دعا کے لئے واضح اصول مقرر کر دیئے ہیں اس کام کے تقاضے پورے کئے جائیں پھر نصرت عطا کی جائے گی انہوں نے کہا کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے یہاں ایسا نہیں ہو سکتا کہ ممتحن خود کسی کو پرچہ حل کرا دے دنیا میں وہی سرخرو ہو گا جو محنت کر کے پرچہ حل کرے گا انہوں نے کہا کہ ملکی قومی حالات جس ڈگر پر جا رہے ہیں یہاں کسی بھی وقت کوئی بڑی آزمائش آ سکتی ہے اس لئے ہمیں اصلاح امت کی جدوجہد تیز تر کر دینی چاہئے تاکہ دین حق کا عادلانہ نظام قائم ہو سکے قبل ازیں شمس الحق اعوان نے بھی خطاب کیا۔

روزنامہ جنگ راولپنڈی

راولپنڈی۔ تحریک اسلامی کے کارکن سال نو کی تقریبات منانے کیخلاف مظاہرہ کر رہے ہیں۔

ہیپی نیوائیر کی تقریبات کیخلاف تنظیم اسلامی کا مظاہرہ

مغرب کی اندھی تقلید نے ہمیں تباہی کے دہانے تک پہنچا دیا ہے

پاکستان میں نظریہ اسلام کے سوا کوئی نظام قبول نہیں کریں گے۔ مقررین کا خطاب

راولپنڈی (خصوصی رپورٹ) تنظیم اسلامی راولپنڈی اسلام آباد کے زیر اہتمام جمعہ کی نماز کے بعد ہیپی نیوائیر کی غیر اسلامی و غیر اخلاقی تقریبات منعقد کرنے کے خلاف منظم اور پرامن مظاہرہ کیا گیا۔ یہ مظاہرہ سینٹرل ہسپتال سے شروع ہو کر مری روڈ اور کشمیر روڈ سے ہوتا ہوا بنک روڈ صدر پر اختتام پذیر ہوا۔ اس موقع پر شمش الحق اعوان ناظم تنظیم اسلامی حلقہ شمالی پنجاب نے خطاب کرتے ہوئے ارباب اقتدار سے اپیل کی کہ خدارا بے حیائی و عریانی کو فروغ دیکر عذاب الٰہی کو دعوت نہ دیں۔ ملک خداداد پاکستان کی بنیاد نظریہ اسلام ہے۔ اس لئے یہاں اس نظریہ کے خلاف کسی روش کو ہرگز برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا اغیار کی اندھی تقلید نے ہمیں موجودہ تباہی تک پہنچایا ہے۔ لیکن مغرب زدہ ایک مخصوص طبقہ اپنی کورانہ خیالی کے باعث موقع بہ موقع ذہنی عیاشی کے سامان تلاش کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا تنظیم اسلامی برائیوں کے پرچارک طبقات کو ہر سطح پر بے نقاب کرتی رہے گی۔ تاکہ اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک کو لادین نظریات سے محفوظ رکھتے ہوئے یہاں انقلابی جدوجہد کے ذریعہ اسلام کا عادلانہ نظام خلافت قائم کیا جا سکے۔ مظاہرے کے شرکاء نے عریانی فحاشی اور شراب و شباب کی محافل کے خلاف متعدد پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے۔ مظاہرہ دو گھنٹے تک معروف شاہراہ پر ٹریفک میں خلل ڈالے بغیر جاری رہا۔

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی

وہ شیر کب ہوشیار ہو گا؟

اس صدی کے آغاز میں حکیم مشرق علامہ اقبال نے اپنی خوابیدہ ملت کو نوید سنائی تھی کہ۔

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

اور اب ہم اگلی صدی میں داخل ہونے والے ہیں لیکن محسوس ہوتا ہے کہ ہنوز دلی دور است۔ دنوں کے الٹ پھیر میں جو وقت پھر ہاتھ نہ آنے کے لئے چلا گیا' اس میں مسلمانان عالم جسمانی غلامی سے تو تقریباً سب ہی آزاد ہو گئے اور محکومیت سے نکل کر حاکمیت تک آپہنچے ہیں تاہم ذہنی غلامی کا جوا بدستور ہماری گردنوں پر ہے اور سیاست و معیشت اور ٹیکنالوجی میں غیروں کی دست نگری سے بے نیازی کے اعتبار سے بھی اب تک عزت و احترام کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مقام حاصل نہیں کر پائے۔ پوری دنیا میں احیائے اسلام کی تحریکیں تو سر اٹھاتی رہی ہیں اور اپنے دین کو ایک ہمہ گیر ضابطہ حیات کے طور پر پیش کرنے کے حوصلے کے ساتھ یہ اعتماد بھی عام ہوا ہے کہ اسلام مروجہ نظامہائے زندگی کو للکار کر انسانیت کو ایک بہتر متبادل فراہم کرنے کی حیثیت میں ہے لیکن یہ سب کچھ نظریات کی سطح پر تیرتا ہی نظر آتا ہے' گہرائی میں تاحال مایوسی کے اندھیرے کے سوا کچھ نہیں۔ ہم اپنے نظریہ حیات کا زمین کے کسی ایک مربع انچ پر بھی نفاذ نہیں کر سکے۔

ہمیں قدسیوں کے گل سرسبد' محمد رسول اللہ ﷺ کی اس خوش خبری پر زیادہ یقین ہے کہ دنیا کے خاتمے سے پہلے پہلے کرۂ ارضی پر دین کا بول بالا ہو کر رہے گا ورنہ اقبال کی نوید مجذوب کی بڑ لگتی البتہ یہ تشویش ضرور لاحق ہے کہ وہ شیر کب ہوشیار ہو گا اور یہ کہ ہم اپنی آنکھوں سے بھی اس کے کچھ آثار دیکھ پائیں گے یا نہیں۔ عالم اسباب کا جائزہ تو اعصاب شکن ہے' حضورؐ کی نوید جانفزا ہم تک نہ پہنچی ہوتی تو کبھی کے تھک ہار کر بیٹھ چکے ہوتے۔ زمینی حقائق یہ ہیں کہ مسلمانوں کی عظیم اکثریت تو اس فکر و تشویش سے بے نیاز ہے ہی' جو تھوڑے بہت جواں ہمت لوگ دین کی سرفرازی کے لئے کام کرنے کا داعیہ دلوں میں محسوس کرتے ہیں انہیں بھی سرابوں کے پیچھے لگا کر بھٹکا دینے والے ہر وقت تاک میں بیٹھے ہیں۔ انہیں بسم اللہ کے گنبد میں بند کر دینے میں کوشاں مہربان کیا کیا پینترے نہیں بدلتے' کہیں وضو اور طہارت کے مسائل پر زور ہے کہیں ذکر و فکر صبح گاہی میں مست رکھنے کا اہتمام ہے اور کہیں توحید کی وہ موشگافیاں ہیں جنہوں نے ایک زندہ و متحرک نظریئے کو علم کلام کا گورکھ دھندا بنا کر رکھ دیا۔ دین کو سربلند دیکھنے کی آرزو اول تو دلوں میں پیدا ہی نہیں ہوتی اور ہو ہی جائے تو خام رہتی ہے۔ قیامت تو یہ ہے کہ شہادت کو مطلوب و مقصود بنانے والوں کے لئے جہاد کو بھی جلد یا بدیر کانٹا بدل کر فساد کی پٹڑی پر ڈال دیا جاتا ہے' اللہ کے شیروں کو روباہی شعار کرنے پر آمادہ کر لیا جاتا ہے۔

اس باد مخالف کی تندی کے مقابلے میں ڈٹ جانے والوں کی سوا مشکل ہے۔ آخر انسان ہیں' کسی وقت مایوسی اور بددلی کے حملوں کی زد میں بھی آجاتے ہیں' ایمان کے وقتی ضعف کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں گرتوں کو تھام لینے والے ساتھی ذرا بھی تغافل سے کام لیں تو سینوں میں عارضی طور پر ہی سہی' سکتے میں مبتلا ہو کر مدفون ہو جانے والے جذبے کی لاش جھنجھوڑنے کے لئے کسی نہ کسی مردار خور بجو کو سرنگ کھودنے کا موقع مل جاتا ہے۔ یہ ناصح مشفق کا روپ دھار کر سمجھانے آجاتے ہیں کہ دین کی اقامت ہماری ذمہ داری نہیں' ہمارا کام تو بس دعوت ہے' علم کا حصول ہے اور انذار و تبشیر کا سلسلہ جاری رکھنا ہے۔ ان کے دام ہمرنگ زمین سے بچنا اس کیفیت میں بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے جب ہمت جواب دے رہی ہو اور غلبہ دین کی جدوجہد کرنے والوں پر مایوسی نے حملہ کر دیا ہو۔

گرہ میں باندھ لینے کی بات یہ ہے کہ دین کی سربلندی دیکھنے کی خواہش کو دلوں میں ضرور پروان چڑھایا جائے اور سینوں کو بھی شہادت کی آرزو سے خالی نہ ہونے دیا جائے لیکن ہتھیلی پر سرسوں جمانے کی امید پاس نہ پھٹکنے پائے کہ اسی امید کی وجہ سے مایوسی کے حملوں میں شدت پیدا ہوتی ہے۔ وہ شیر یقیناً پھر ہوشیار ہو گا اور اس امید کو برقرار رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ بیشۂ امت میں بیداری کی لہر دوڑانے کی پیہم سعی کی جائے اور دین حق کے غلبہ کی جدوجہد میں بالفعل تن من دھن کھپانے کے باوجود اصل ہدف اس جدوجہد کو نہیں بلکہ محض رضائے الٰہی کے حصول کو بنایا جائے۔ ہاں' ہاتھ میں ہاتھ دے کر رفقاء کو ایک زنجیر میں ڈھلنا ہو گا تاکہ ایک دوسرے کا سہارا بھی میسر رہے اور شیشے میں اتار کر راہ عزیمت سے ہٹا دینے والوں کو ان کی صفوں میں داخل ہونے کا راستہ بھی نہ ملے۔ اللہ کے لئے کام کرنے والوں سے اللہ کا وعدہ سچا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ۔ ع جو عہد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا پھر استوار ہو گا۔

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

جلد ۳ شمارہ ۴

۲۴/ جنوری ۱۹۹۴ء

2

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیم اسلامی

مرکزی دفتر: ۶۷۔ اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور

مقام اشاعت
۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری

مطبع مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

قیمت فی پرچہ: ۵/- روپے
سالانہ زر تعاون (اندرون پاکستان) ۱۰۰/- روپے

زر تعاون برائے بیرون پاکستان

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت	۱۳ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش	۱۰ " "
افریقہ، ایشیا، یورپ	۱۶ " "
شمالی امریکہ، آسٹریلیا	۲۰ " "

الہدیٰ

سورۃ البقرۃ

(آیات ۱۷۸-۱۷۹)

حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے ایمان والو تم پر مقتولوں کے معاملے میں قصاص فرض کیا گیا ہے۔

(کہ اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ مقتولوں کا قصاص لے۔ قصاص میں قاتل کی جان بھی لی جاسکتی ہے اور اگر مقتول کے ورثاء اور اولیاء چاہیں تو وہ دیت یعنی خون بہا لے کر قاتل کی جان بخشی بھی کرسکتے ہیں۔ بہرطور مجرم کو پکڑنا اور مقتول کا قصاص لینا ریاست اسلامی کی ذمہ داری ہے)

آزاد کے بدلے آزاد' اور غلام کے بدلے غلام' اور عورت کے بدلے عورت'

(کہ قصاص کے معاملے میں کامل مساوات کو ملحوظ رکھنا لازم ہے۔ اگر ایک آزاد شخص نے کسی دوسرے آزاد کو قتل کیا ہے تو وہ آزاد ہی کہ جس نے قتل کیا ہے' بدلے میں قتل کیا جائے گا اور خون بہا کی صورت میں ایک آزاد ہی کی دیت اس کے بدلے میں واجب ہوگی۔ عرب جاہلیت کا یہ پرانا دستور کہ کسی بڑے قبیلے یا اعلیٰ گھرانے کا کوئی فرد قتل ہوجاتا تو اس ایک کے بدلے میں قاتل کے خاندان کے دو یا اس سے زیادہ افراد کی جان لینے کا مطالبہ کیا جاتا یا اونچے گھرانے کی عورت کے بدلے میں نیچ گھرانے کے مرد کی جان لینے کا تقاضا ہوتا یا غلام کے بدلے میں کسی آزاد کا قتل لازم آتا' صریحاً ناانصافی پر مبنی تھا۔ اسلام نے اس معاملے میں کامل مساوات کا اعلان کرکے زمانہ جاہلیت کی ان تمام ناہمواریوں کا خاتمہ کردیا۔)

پھر جس کسی کے لئے اس کے بھائی کی جانب سے کچھ رعایت کی گئی تو پیروی کی جانی چاہیے دستور کے مطابق اور اس کو ادا کرنا چاہیے خوبی کے ساتھ۔

(کہ مقتول کے ورثاء کی طرف سے قاتل کو اگر کچھ چھوٹ دے دی جائے کہ جس کا اختیار شریعت اسلامی نے انہیں دیا ہے' تو قاتل اور اس کے اہل خاندان کو اس کی قدر کرنی چاہیے۔ یعنی مقتول کے ورثاء اگر قصاص مالی پر راضی ہوجائیں اور خون بہا لے کر قاتل کی جان بخشی پر آمادہ ہوجائیں تو قاتل اور اس کے خاندان والوں کا فرض ہے کہ وہ احسان مندی اور شکرگزاری کے جذبے کے ساتھ معروف کے مطابق دیت ادا کریں اور اس کی ادائیگی نہایت حسن و خوبی کے ساتھ کریں۔ قاتل اور اس کے اہل خاندان کی طرف سے دیت کی ادائیگی میں کمی کوتاہی کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مقتول کے ورثاء کو یہ احساس رہے گا کہ انہوں نے اپنے ایک عزیز کی جان کے بدلے خون بہا قبول کرکے کسی غلطی یا بے غیرتی کا معاملہ کیا ہے اور یہ چیز قصاص کے پورے قانون کی روح کے یکسر خلاف ہے!)

یہ ایک قسم کی تخفیف اور مہربانی ہے تمہارے رب کی جانب سے' تو جو کوئی اس کے بعد زیادتی کرے گا اس کے لئے دردناک عذاب ہے○

(یہ خون بہا کی اجازت دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رعایت ہے اور اس کی رحمت کا مظہر ہے۔ حرمت جان کا اصل حق تو یہی تھا کہ قتل کے بدلے میں قاتل کی بھی جان لی جاتی لیکن اللہ نے اپنی رحمت سے اس میں رعایت فرمادی ہے تو اس رعایت کی قدر کرنی چاہیے اور اس کا غلط استعمال نہیں ہونا چاہیے!)

اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے' اے عقل والو' تاکہ تم بچتے رہو○

(کہ قصاص کے اس قانون میں بے شمار معاشرتی مصالح پوشیدہ ہیں۔ مجرموں کو چھوڑے رکھنا اور قتل جیسے جرم کو اہمیت نہ دینا معاشرے میں شدید بے امنی اور انتشار کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ قانون دراصل معاشرتی حیات اور امن و سکون ہی کا ضامن نہیں' نفسیاتی اعتبار سے بھی اصلاح معاشرہ کا بہت کچھ سامان اپنے اندر لئے ہوئے ہے)

جہادِ کشمیر کے لئے "فسادِ افغانستان" میں کوئی سبق ہے؟

عبدالکریم عابد

ہوائی قلعے جن کی بنیاد نسلی مسلمانوں کے اسلام پر تھی

سندھ میں خاندانی لڑائی ہولناک ہو سکتی ہے

""افغان جہاد"" کا انجام ""افغان فساد"" کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور یہ انجام لحہ فکریہ ہے دنیا بھر کی ان اسلامی تحریکوں کے لئے جو شمشیر پر بھروسہ کرتی ہیں اور اسلامی اقتدار و اخلاق کی جڑیں قائم کرنے کی بجائے صرف سیاست کو اوڑھنا بچھونا بنالیتی ہیں۔ افغان تجربہ نے یہ دوسری بار ظاہر کیا ہے کہ نسلی مسلمانوں کو اصلی مسلمان فرض کر کے اسلامی توقعات کے ہوائی قلعے تعمیر کرنا غلط ہے۔ پہلی بار یہ تجربہ سید احمد شہید" اور ان کے ساتھیوں نے کیا تھا۔ ان کے ساتھ تربیت یافتہ اصحاب کی ایک مقدس جماعت تھی لیکن وہ جس افغان قبائلی معاشرہ میں رہ رہے تھے' وہاں اسلام کے ظواہر تھے' اسلام مفقود تھا اور بہت جلد اس کا نتیجہ سامنے آگیا کہ عین وقت پر قبائلیوں کی عصبیت و جاہلیت غالب آئی' انہوں نے مسجد میں گھس کر سید احمد شہید" کے ساتھیوں کا قتل عام کیا اور سکھوں کی حکومت کے لئے فضا سازگار کردی۔

اب دوسرا تجربہ ہمارے دور میں افغان جہاد کی شکل میں سامنے آیا ہے جب مجاہدین اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے کابل میں داخل ہوئے مگر ان کے داخلہ سے کابل کھنڈر بن گیا۔ بجلی کی روشنی' گیس' مواصلات' سڑکیں' سب کچھ تباہ ہو گیا اور اب افغانستان پر چھوٹے چھوٹے مسلح ٹولے راج کر رہے ہیں جن کی دوستیاں دشمنیاں بدلتی رہتی ہیں۔ کبھی ربانی دوستم سے عہد و پیمان باندھتے تھے اور حکمت یار انہیں کیمونسٹوں کی رفاقت کا طعنہ دیتے تھے مگر اب یہی کیمونسٹ دوستم حکمت یار کے اتحادی ہیں اور ان کے پرانے دوست اسلامی نظریہ کے علمبردار مسعود ان کے مدمقابل ہیں۔

افغانستان کی اس خانہ جنگی نے پاکستان کی تمام توقعات پر پانی پھیر دیا ہے۔ وسط ایشیاء کی راہ سے تجارت کا خواب چکنا چور ہو رہا ہے۔ جب پاکستان بنا تھا تو افغانستان واحد ملک تھا جس نے اقوام متحدہ کی رکنیت کے لئے پاکستان کی مخالفت کی' پختونستان کا سٹنٹ کھڑا کیا اور سرحد و بلوچستان میں تخریب کاروں کو روپیہ اور اسلحہ مہیا کیا مگر پاکستان نے افغانستان کے لئے راہداری کی سہولت برقرار رکھی۔ اس کا مال بندرگاہ پر اتارا جاتا اور ٹرکوں پر لادا جاتا مگر آدھے سے زیادہ مال راستے میں ہی پاکستان کی حدود میں اتار دیا جاتا تھا جو باڑہ مارکیٹوں میں پہنچ کر پاکستانی صنعت و تجارت پر ضرب لگاتا تھا۔ آج بھی یہی صورت حال ہے۔

امید یہ تھی کہ مجاہدین کی فتح یابی سے پاکستان کا دوست اور پر امن افغانستان وجود میں آئے گا مگر افغان جہاد کے دوران افغانستان کی سمت سے ہیروئن اور کلاشنکوف کے کلچر کا تحفہ ملا' نئے نئے مافیا ہماری سیاست' معاشرت اور معیشت پر حاوی ہو گئے' افغان مہاجرین کا بوجھ برداشت کرنا پڑا اور اب افغانستان کی بد امنی جاری رہتی ہے تو وہ وہاں تک محدود نہیں رہے گی بلکہ آگے بڑھ کر ہمارے علاقوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے گی۔ پاکستان' ایران اور سعودی عرب نے افغان رہنماؤں میں صلح و مصالحت کے لئے جو کچھ کیا وہ سب بے کار گیا' الٹا ان ملکوں پر افغان رہنما الزام لگا رہے ہیں کہ ان کی خفیہ ایجنسیاں ہمارے ملک میں خانہ جنگی کرا رہی ہیں ورنہ ہم تو پر امن لوگ ہیں دوسرے ہمیں لڑا رہے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے بر عکس ہے۔ افغان رہنما اقتدار کی جنگ میں اندھے ہو چکے ہیں اور قتل و غارت گری کے ہولناک کھیل کو اس خیال کے تحت جاری رکھے ہوئے ہیں کہ آخر میں صرف ہم رہ جائیں گے اور تنہا حکومت کریں گے مگر یہ انہیں نظر نہیں آرہا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا اور افغانستان کے پرزے پرزے ہو جائیں گے۔

افغانستان کا حشر دیکھنے کے بعد کشمیر کے متعلق اندیشے پیدا ہو رہے ہیں۔ کشمیر میں تو خانہ جنگی چاہنے والے اندر اور باہر بہت ہیں۔ بھارت اپنے آپ کو ناکام ہوتے دیکھے گا تو یہ ضرور چاہے گا کہ کشمیری آپس میں لڑ مریں۔ اس کے لئے ہتھیار ان کے پاس موجود ہیں' مزید بھی وہ دے گا۔ امریکہ بھی سوچے گا کہ چین کے مقابلہ کے لئے اپنے آلہ کار تیار رکھنے کا اچھا موقع ہے۔ مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر میں پاکستان سے وابستگی کے حامیوں اور مخالفین کے ٹکراؤ کو بھی وہ ہوا دے گا۔ شمالی علاقہ جات اور کشمیر کے عوام بھی ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ کل جماعتی حریت کانفرنس کے ذریعہ ایک متحدہ پلیٹ فارم بنالیا گیا ہے مگر منزل پر پہنچنے کے بعد سب اپنی اپنی راہ لیں گے اور کوئی متحدہ پلیٹ فارم نہیں ہو

گا۔

اس لحاظ سے مسئلہ کشمیر جب بھی برے بھلے انداز میں حل ہو گا تو نئے مسائل کھڑے کرے گا۔ جناب ڈاکٹر محبوب الحق نے کہا ہے کہ کشمیر کو دس سال کے لئے اقوام متحدہ کی تولیت میں رہنا چاہیے۔ جناب امان اللہ کی تجویز ہے کہ کشمیر میں پانچ سال کے لئے اقوام متحدہ کا انتظام ہونا چاہیے۔ سردار قیوم کہتے ہیں اصل مسئلہ یہ ہے کہ وادی کے مسلمانوں کی بھارتی فوج سے گلو خلاصی ہو اور اس عرصہ کے لئے خود مختار کشمیر سے کم کا بھی کوئی فارمولا ہو تو ہمیں منظور کر لینا چاہیے۔ خورشید محمود قصوری نے لکھا ہے کہ اب بھارت اپنی معیشت کی وجہ سے امریکی دباؤ کی زد میں آگیا ہے اسے امریکی بات ماننی ہو گی اور کشمیر کا حل تسلیم کرنا پڑے گا۔ مگر خورشید قصوری یہ توقع نہ رکھیں کہ امریکہ کا حل پاکستان کی توقعات اور مفادات کے مطابق ہو گا وہ اس میں بھارت کا ہاتھ اوپر رکھے گا تاکہ اس کی تسکین ہو سکے اور ایک کشمیر کے عوض بہت کچھ بھارت کو دیا جائے گا جس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ علاقے میں وہ منی سپر پاور مانا جائے گا اور اسے چین کے مقابلہ کے لئے کھڑا رکھا جائے گا۔ تبت کا مسئلہ امریکہ اور بھارت دونوں کے لئے اہم ہے اور وقت آنے پر وہ یہ "تبت کارڈ" ضرور کھیلیں گے۔

پاکستان میں اس وقت کشمیر' افغانستان اور قومی معیشت جیسے تمام امور سے زیادہ اہم پیپلز پارٹی کی خاندانی جنگ بن چکی ہے۔ بے نظیر صاحبہ کی بھی تمام توجہ اس طرف مرکوز ہے اور انتظامیہ کے لئے بھی نمبر ون مسئلہ بیگم نصرت اور مرتضیٰ ہیں جن کے ساتھیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ تمام "انکل لوگ" نصرت کے ساتھ ہو رہے ہیں اور مرتضیٰ کی صفائی پیش کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ان میں ممتاز بھٹو' حفیظ پیرزادہ اور راؤ رشید نمایاں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ماضی میں ضیاء الحق کی ایجنسیوں سے تعلق رکھتے تھے۔ سندھ میں ایجنسیوں کے پیدا کردہ سندھی قوم پرست بھی مرتضیٰ کے نام کا جھنڈا بلند کر چکے ہیں۔ دوسری طرف پیر پگاڑا' ایم کیو ایم اور نواز لیگ کے دل میں بیگم نصرت اور مرتضیٰ کے لئے ہمدردی کا دریا جوش مارنے لگا ہے۔ یہ سب مل کر سندھ میں عدم اعتماد کی تحریک لانے کی سوچ رہے ہیں۔

یہ حیرت انگیز منظر ہے کہ ماضی میں جو لوگ مرتضیٰ کو "را" کا ایجنٹ کہتے تھے' اب وہ ان کی نظر میں معصوم و مظلوم ہو گئے ہیں۔ دوسری طرف بے نظیر کی قیادت میں ساری پیپلز پارٹی پر اچانک یہ انکشاف ہوا ہے کہ مرتضیٰ تو "را" کے آدمی تھے اور نصرت صاحبہ بھارتی ایجنٹوں کے نرغہ میں ہیں۔ یہ لڑائی رکنے والی نہیں۔ جو لوگ سمجھتے تھے کہ سب ڈرامہ ہے' ان کی عقل بہت تھوڑی تھی ورنہ ابتدا ہی سے ظاہر تھا کہ یہ جنگ پاکستان کی محاذ آرائیوں میں ایک نئی مگر خونی محاذ آرائی کا آغاز ہے۔ اس لڑائی کے نتیجے میں سندھ میں کئی خونی معرکے برپا ہوں گے۔ اس میں ملکی خفیہ ایجنسیاں بھی ملوث ہیں اور غیر ملکی ایجنسیاں بھی۔ خدا ہی خیر کرے!۔ سندھ میں ہر چیز اتھل پتھل ہوتی نظر آ رہی ہے اور سندھ دار الفساد بن گیا تو پاکستان دار الاسلام کیسے رہے گا؟ OO

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب، علوم و حکمِ قرآن کا پیامبر

ماہنامہ حکمت قرآن لاہور

جاری کردہ: ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم (پی ایچ ڈی' ڈی لٹ)

زیر ادارت

ڈاکٹر اسرار احمد

یکے از مطبوعات

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن ○ لاہور

فون ۸۵۱۰۰۳

KT

KHALID TRADERS

IMPORTERS—INDENTORS—STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER—SMALL TO SUPER—LARGE

AUTHORIZED AGENTS

NTN

BEARINGS

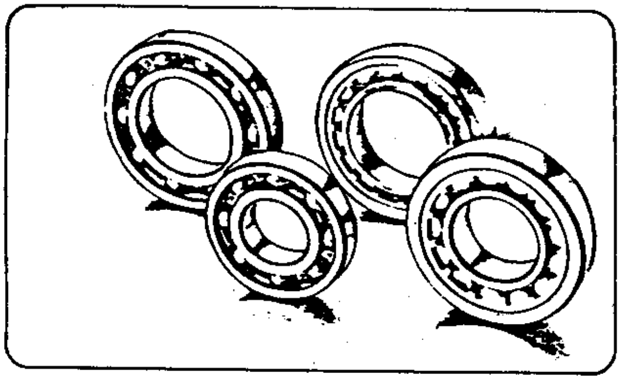

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly)	Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169
GUJRANWALA :	1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

لاہور میں خطباتِ خلافت کے بعد سوال و جواب کی محفل

کیا مزاحمتی ایجی ٹیشن اجتہاد کا نتیجہ ہے؟

افراد کی زندگیوں میں انقلاب کیسے برپا ہو سکتا ہے؟

مرتبہ: نثار احمد ملک

لاہور کے جناح ہال میں ۲۰ سے ۲۳ دسمبر تک داعی تحریک خلافت پاکستان و امیر تنظیم اسلامی کے چار خطبات خلافت کو سامعین کی بھرپور حاضری نے بہت توجہ اور انہماک سے سنا۔ پانچویں دن مسجد دارالسلام باغ جناح میں نماز جمعہ سے قبل انہوں نے خطبات کے سامعین کے سوالات کا جواب بھی دیا جسے ذرا سے اختصار کے ساتھ افادۂ عام کے لئے نذر قارئین کیا جاتا ہے---- ادارہ

سوال: محترم ڈاکٹر صاحب آپنے یہودیوں پر آئندہ آنے والے عذاب استیصال کا ذکر کیا ہے لیکن عیسائی دنیا کے خاتمہ کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ دنیا بھی میں پھیلی ہوئی آبادی میں اکثریت ان کی ہے۔ نیز عیسائیوں نے:

ا) نبی پاک ﷺ کو تسلیم نہیں کیا۔

ب) سور اور شراب کو بڑے پیمانے پر اپنے لئے جائز قرار دے دیا ہے۔

ا) ہم جنس پرستی کو قانونی شکل دے دی ہے جیساکہ برطانیہ میں ہوا۔

جواب: میں اپنی تقریر کے دوران تو عیسائیوں اور عیسائیت کو زیر بحث نہیں لاسکا تاہم اپنی کتاب "سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی حال اور مستقبل اور مسلمانان پاکستان کی خصوصی ذمہ داری" میں ان کے بارے میں بڑے شرح و بسط کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ بہرحال میں چند باتیں انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کے گوش گزار کر دیتا ہوں۔ میں نے اپنی کتاب میں عیسائی مذہب کے متعلق جو کہ ابراہیمی مذاہب میں سے ہے۔ عنوان قائم کیا ہے "ثالث ثلاثۃ"۔

عام طور پر دنیا میں سمجھا جاتا ہے کہ تین مذاہب ابراہیمی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ چونکہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں سے تھے لہٰذا یہودیت ابراہیمی مذہب ہے۔ حضرت عیسیٰؑ اگرچہ بن باپ کے پیدا ہوئے لیکن والدہ تو بنی اسرائیل میں سے تھیں۔ تیسرے اسلام' چونکہ نبی اکرم ﷺ بنی اسمٰعیل میں سے ہیں لہٰذا آپ کا تعلق بھی حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہے۔

قرآن حکیم میں جو "ثالث ثلاثۃ" کا لفظ استعمال ہوا ہے یہ تو عیسائیوں کے تصور تثلیث پر طنز کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ عیسائی مذہب میں خدا کی حیثیت تین میں سے تیسرے کی رہ گئی ہے یعنی بڑا ہی کم اہم۔ درحقیقت تمام مشرکانہ مذاہب کا یہ ایک مشترکہ وصف رہا ہے۔ ایک بڑے خدا کا عقیدہ اور اس کے ساتھ بہت سے چھوٹے چھوٹے خدا بنائے جاتے ہیں لیکن سارا سروکار چھوٹے خداؤں سے ہوتا ہے۔ ایک دیہاتی کا تو اصل حاکم پٹواری ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ ڈی سی کس بلا کا نام ہے اور گورنر کسے کہتے ہیں۔ اس کے نزدیک تو سب کچھ حقیقتاً پٹواری ہے۔ اس لئے کہ اسے معلوم ہے کہ اس کے قلم میں طاقت ہے۔ یہی معاملہ یہاں بھی ہے کہ اصل رہ جاتے ہیں چھوٹے خدا۔ بڑا خدا تو بس نان کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

یہی مفہوم ہے "ثالث ثلاثۃ" کا۔ اس لحاظ سے تو در اصل عیسائیت ابراہیمی مذہب ہے ہی نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے تثلیث کا عقیدہ ایجاد کرکے توحید کی جڑ کاٹ دی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کو وہ مانتے ہیں لہٰذا کچھ لوگ انہیں ابراہیمی مذاہب میں شمار کرلیتے ہیں لیکن حقیقتاً ان کا تعلق مذاہب ابراہیمی سے عقیدہ اور شریعت ہردو حوالوں سے کٹ چکا ہے۔ عقیدہ میں شرک کی آمیزش موجود ہے اور شریعت سینٹ پال نے منسوخ کردی تھی۔ جب اصل شے یعنی توحید و شریعت دونوں نہیں ہیں تو مذہب رہ کہاں گیا؟۔

دوسری بات یہ نوٹ کرلیں کہ عیسائیوں پر بھی جو دوسرے کافروں کی مانند سزائیں آئی ہیں وہ کوئی معمولی درجے کی سزائیں تو نہیں تھیں۔ اس صدی میں دو عظیم جنگوں میں کروڑوں انسان قتل ہوئے' آخر وہ کون تھے؟ یورپ تہس نہس ہوا ہے۔ پورے پورے ملک تباہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب عیسائیوں پر بھی آیا ہے لیکن صاحب شریعت ہونے کے مدعی تو یہودی ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ ابھی تک شریعت موسوی پر عمل پیرا ہیں۔ لہٰذا سابقہ امت مسلمہ میں تو اسے ہی شمار کیا جائے گا۔

جہاں تک تعلق ہے عیسائیوں کا تو حضرت عیسیٰ ان کی اکثریت کی طرف مبعوث ہی نہیں ہوئے تھے۔ قرآن حکیم میں صراحت موجود ہے کہ "رسول الی بنی اسرائیل" خود حضرت عیسیٰؑ کے الفاظ انجیل میں موجود ہیں کہ "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں ہوں"۔ آپؑ نے اپنے حواریوں کو اسرائیلی اقوام میں تبلیغ سے روک دیا تھا۔ انجیل میں یہ الفاظ بڑی صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ ایسے سخت الفاظ بھی موجود ہیں جو حضرت مسیحؑ کے الفاظ نہیں ہوسکتے تاہم عیسائیوں کے لئے تو یہ گویا مستند ہیں کہ "کوئی شخص اپنے بچوں کی روٹی کتوں کے آگے نہیں ڈالتا"۔ ممکن ہے یہ الفاظ تحریف کے بعد شامل کئے گئے ہوں لیکن اصولی طور پر بالکل درست ہیں۔ اس لئے کہ قرآن ان کی تائید کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کی طرف آئے تھے لیکن یہود نے ان کو رد کردیا۔ باقی مذاہب نے کسی نہ کسی درجے میں انہیں مان لیا اگرچہ ان کی تعلیمات میں تحریف کردی۔ توحید کی جگہ تثلیث اور شریعت کا سلسلہ منقطع کردیا۔ اس اعتبار سے دوسرے کفار کی طرح یہ بھی کافر ہیں۔ کافر تو بہت سے لوگ ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو ابھی تک مظاہر پرست ہیں مظاہر فطرت کی پرستش کرتے ہیں۔

عیسائی مذہب کا جو آخری انجام ہونا ہے اس کو سمجھ لینا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ چیزیں ہمارے اور عیسائیوں کے درمیان مشترک ہیں۔ عیسائی بھی حضرت مسیحؑ کے دوبارہ آنے کے منتظر ہیں۔ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے جو متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت مسیحؑ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور دوبارہ نازل ہوں گے۔ قانون الٰہی ہے کہ جو قوم جس رسول کو رد کردے تو رسول کی آنکھوں کے سامنے وہ قوم ہلاک ہوتی ہے۔ جیساکہ حضرت نوحؑ کے سامنے ان کی قوم ہلاک کردی گئی، حضرت ہودؑ کے سامنے ان کی قوم کو ہلاک کردیا گیا۔ قانون الٰہی کی یہ دفعہ ابھی پوری ہونی باقی ہے۔ اس کے لئے حضرت مسیح ہی تشریف لائیں گے۔

یہ باتیں اگرچہ ہمارے اور عیسائیوں کے درمیان مشترک ہیں لیکن کچھ فرق بھی ہے۔ عیسائی یہ سمجھتے ہیں کہ مسیح سولی چڑھادئے گئے، پھر وہ زندہ ہوگئے۔ سولی سے اتار کر ان کا جسم ایک غار میں رکھا گیا تھا۔ ان کا بعث بعدالموت ہوچکا ہے۔ اس کے بعد وہ آسمان پر اٹھالئے گئے۔ اب وہ پھر آئیں گے۔ یہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ ہمارے نزدیک وہ سولی پر چڑھائے ہی نہیں گئے "وما صلبوہ وما قتلوہ" بلکہ یہ کہ وہ مشتبہ کردیئے گئے۔ جیساکہ انجیل برنباس میں ہے کہ آپ کے جس حواری نے غداری کرکے آپ کو گ [redacted] کروایا تھا اس کی شکل بدل کر حضرت مسیح کی ص [redacted] ناری گئی۔ وہی بد بخت پکڑا گیا اور اسے ہی سولی پر چڑھایا گیا۔ اسے اس کے جرم کی صحیح صحیح سزا مل گئی۔ جب سپاہی حضرت مسیح کو گرفتار کرنے کے لئے باغ میں داخل ہوئے اس وقت اس کوٹھڑی کی چھت پھٹی جس میں حضرت مسیحؑ تھے، چار فرشتے نازل ہوئے اور حضرت مسیح کو آسمان پر لے گئے۔ یہ بیان انجیل برنباس کا ہے۔ یہ تفصیلات نہ قرآن میں ہیں نہ ہی حدیث میں ہیں اور نہ ہی ہمارے پورے لٹریچر میں۔ انجیل برنباس بھی انہی کی اناجیل میں سے ہے لیکن اسے وہ مانتے نہیں ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیحؑ پر ابھی موت واقع نہیں ہوئی اور وہ آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں۔ آپ آئیں گے اور یہودیوں کو سزا دینے کا مشن پورا کریں گے۔ اس کے بعد ان کی شادی ہوگی اور بعد میں موت واقع ہوگی۔ ان کو حضور ﷺ کے حجرہ مبارک میں دفن کیا جائے گا۔ یہ تفصیلات احادیث مبارکہ میں موجود ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ اس وقت عیسائیت ایک علیحدہ مذہب کی حیثیت سے ختم ہوجائے گی۔ سب اسلام میں داخل ہوجائیں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کردیں گے۔ پوری عیسائیت کی عمارت صلیب کے عقیدے پر کھڑی ہے گویا وہ ختم ہو جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ آپ خنزیر کو قتل کردیں گے جو تمام آسمانی شریعتوں میں حرام رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ شریعت کی دوبارہ تنفیذ کردیں گے۔ جب عیسائیت اسلام میں مدغم ہوجائے گی تو پھر عالمی غلبہ اسلام کا ہی ہوگا۔

سوال: کیا مشرق وسطیٰ میں ہونے والے "ملحمۃ الکبریٰ" کے ذریعے ہی دنیا میں رہنے والے کفار کا خاتمہ ہوجائے گا یا کفر و اسلام کی یہ جنگیں دنیا بھر میں ہوں گی۔ کیونکہ:

ا) ہندوستان میں ہندو ہیں، چین، جاپان، روس اور دیگر بہت سے ممالک میں ملحد بھی ہیں اور دیگر کفار بھی۔

ب) افریقہ، یورپ، امریکہ، آسٹریلیا اور دنیا بھر کے دیگر ممالک میں عیسائی پھیلے ہوئے ہیں۔

جواب: "الملحمۃ العظمیٰ" سے مراد ایک خونریز جنگ ہے۔ اس جنگ کی خبر ہمیں رسول اکرم ﷺ نے دی ہے۔ یہ جنگ مڈل ایسٹ میں لڑی جائے گی مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان کچھ عرصہ پہلے تک تو میں سوچا کرتا تھا کہ یہ صلیبی جنگ دنیا میں دوبارہ کیسے آجائے گی جبکہ دنیا سیکولرزم کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اب دنیا میں مذہب کی بنیاد پر معاملہ نہیں رہا۔ میری یہ غلط فہمی بلقان کے علاقے میں تیسری صلیبی جنگ کے آغاز کے بعد رفع ہوگئی ہے۔ ان کے پیش نظر یہ ہے کہ یورپ کو پہلے اسلام سے پاک کیا جائے۔ مشرقی یورپ میں یہ بلقان کا علاقہ جو ترکوں کے زیر اثر رہا ہے۔ یہاں سے وہ پہلے ترکوں کو نکالیں گے۔ استنبول ان کی نگاہوں میں کھٹک رہا ہے۔ جس جنگ کی خبر احادیث میں دی گئی ہے اس کا آغاز یہاں سے ہوگیا ہے۔ اس "سلسلۃ الملاحم" کا نقطہ عروج ہوگا "الملحمۃ العظمیٰ" اس عظیم جنگ کے ذریعے اصل سزا تو اس امت مسلمہ کو ملے گی اور خصوصاً عرب مسلمانوں پر سزا کا کوڑا برسے گا لیکن اس کے بعد غلبہ اسلام کا ہی ہوگا۔ یہ کوئی عالمگیر جنگ نہیں ہوگی لیکن اپنی شدت کے اعتبار سے بہت بڑی ہوگی۔

میں نے اسلام کے غلبے کا جو بار بار تذکرہ کیا ہے تو وہ دراصل خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام ہوگا جو دراصل اسی علاقے میں ہوگا۔ یہاں سے پھر فوجیں عرب مسلمانوں کی مدد کے لئے بھی جائیں گی۔ اس طرح یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں پر جو زیادتیاں ہوں گی ان کا آخری معاملہ بھی طے ہوجائے۔ اس کے بعد وہاں بھی اسلام کا غلبہ ہوجائے گا اور رفتہ رفتہ پوری دنیا میں اسلام پھیلے گا۔

سوال: ڈاکٹر صاحب نے شواہد سے ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں پر پانچویں دور یعنی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا آغاز برصغیر خصوصاً پاکستان اور افغانستان سے ہونے کا امکان ہے۔ حالانکہ پاکستان اسلام کے نام پر بنانے کے باوجود پاکستانی قوم دنیا بھر میں ہیرا پھیری، رشوت، ہیروئن کا نشہ اور دیگر اخلاقی برائیوں کے لئے سب سے زیادہ بدنام ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی عنایت سے ان کی اصلاح کرکے انہیں چن لے گا؟

جواب: اصلاح تو انسان کو خود کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر اصلاح کرنا چاہے تو آن واحد میں تمام کافروں کی اصلاح فرمادے لیکن پھر یہ سارا امتحان و ابتلا کا فلسفہ اور جزا و سزا کا تصور بے معنی ہوکر رہ جائے گا۔ اللہ کے تو اختیار میں ہے کہ وہ چاہے تو ہر انسان کو ابوبکر صدیق کے درجے تک پہنچادے۔ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت سے ہرگز بعید نہیں ہے۔

دراصل یہ تصور بھی درست نہیں ہے کہ جہاں حالات زیادہ خراب ہوتے ہیں وہاں اصلاح ممکن نہیں ہے۔ عرب کے معاشرے کا تصور کریں کہ وہ کن پستیوں میں گرا ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے زندہ فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مردہ معاشرے کو زندگی عطا فرمادی۔ یہاں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟

میں یہ بات ایک سے زیادہ مرتبہ دوران تقریر دہرا چکا ہوں اور لکھ بھی چکا ہوں کہ ہمارے اعمال کی سزا ہمیں مل رہی ہے۔ سزا کا ایک کوڑا ہماری پیٹھ پر

اے ء میں پڑ چکا ہے۔ یہ کوئی معمولی سزا تو نہیں تھی۔ جو غلطی افغان مجاہدین سے سرزد ہوئی اس کی سزا وہ بھگت رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ افغانستان میں بھی حالات تبدیل ہوں گے۔ مجاہدین کو ان کی غلطیوں کے بقدر سزا ملے گی اس کے بعد وہاں بھی اسلام کا ہی بول بالا ہو گا۔

پاکستان کے حوالے سے میں نے عرض کیا ہے کہ تین میں سے ایک بات ہو کر رہے گی۔ اللہ کی قدرت سے یہ بات بعید نہیں ہے کہ ہم بغیر کسی عذاب کے کوڑے کے توبہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے سکتا ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو یہ سب سے اعلیٰ پوزیشن ہے۔ دوسری صورت یہ ممکن ہے کہ عذاب کا کوئی دوسرا کوڑا پڑ جائے جس سے ہم بیدار ہو جائیں۔) اگر ایسے ہو جائے تو یہ بھی بہت بڑی غنیمت ہے۔ ایک تیسری صورت بھی ممکن ہے اور بد ترین صورت ہوگی کہ ہمیں تہس نہس کروا دیا جائے۔ جس طرح امت مسلمہ کو تاتاریوں کے ہاتھوں تہس نہس کروایا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہمارے انہی دشمنوں کو اسلام کا علم تھماوے۔

ہے عیاں فتنہ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

سوال: کیا ایجی ٹیشن کا کوئی واقعہ مکی یا مدنی زندگی میں یا پھر خلفائے راشدین کے دور میں ملتا ہے؟ اگر ایجی ٹیشن کا طریقہ کار اجتہاد کا نتیجہ ہے تو کیا اور بھی علماء اس سے متفق ہیں؟

جواب: ایجی ٹیشن کا ایک واقعہ تو سیرۃ النبی ﷺ میں بھی ملتا ہے۔ اگرچہ اس ایجی ٹیشن شکل اس طرح کی تو نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کوئی اقدام یا فیصلہ کن چیلنج کی شکل اختیار کی ہو۔ سیرہ النبی میں ابتدائی دور کا ایک واقعہ ملتا ہے کہ صحابہ ایک جمعیت کی شکل میں نکلے ہیں۔ ان کی زبانوں پر لا الہ الا اللہ کا ورد تھا۔ اس کے بعد مکہ کے لوگوں نے صحابہ پر پتھراؤ کیا۔

اصل بات یہ ہے کہ حضور کے زمانے میں قتال کا معاملہ اتنا کھلا تھا کہ اور ایجی ٹیشن کی ضرورت تھی ہی نہیں۔ جنگ کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اس کے علاوہ اس وقت نہ ہی کوئی سٹینڈنگ آرمی تھی اور نہ ہی اس طرح منظم حکومت موجود تھی۔ اس لحاظ سے طاقت میں کوئی زیادہ فرق و تفاوت موجود نہ تھا۔ حکومت تو موجود نظام کا دفاع کرتی ہے۔ اگر جاگیر دارانہ نظام ہے تو جاگیر دار ہی حکومت پر براجمان ہے۔ ان کے ہاتھ میں فوج، پیرا ملٹری فورس اور پولیس بھی ہے۔ ایسے ماحول میں آپ کو اجتہاد کی ضرورت محسوس ہوگی تاکہ کوئی متبادل شکل اختیار کی جائے۔

آپ نے جو علماء کرام کی بات کی ہے کہ وہ اس ضمن میں کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے۔ اس ضمن میں عرض کروں گا کہ علماء کرام خود احتجاجی تحریکیں چلا چکے ہیں۔ بھٹو مرحوم کے خلاف جو ایجی ٹیشن تھی جسے بعد میں نظام مصطفیٰ کا نام دیا گیا اس میں علماء نے بھرپور شرکت کی۔ اس لئے میرے نزدیک اس معاملے میں کسی قسم کا اشکال سرے سے موجود ہی نہیں۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ آپ منظم مظاہرہ کریں۔ کسی کی ذاتی جائیداد کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے نہ ہی کسی کی جان کو نقصان پہنچایا جائے۔ آپ کا احتجاج تو ایک نظام اور ادارے کے خلاف ہے فرض کریں کہ آپ بینکنگ کے خلاف پکٹنگ کرتے ہیں۔ آپ گھیراؤ کرتے ہیں کہ بنک نہیں چلنے دیں گے۔ آپ نے کسی کی ذاتی جائیداد کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ آپ جاتے جاتے کسی دکان کے شیشے توڑ دیں یا ٹریفک لائٹ توڑ دیں۔ ہم یہ شرط لگاتے ہیں کہ مظاہرہ منظم اور پر امن ہونا چاہئے۔ اگرچہ اس نظام باطل کے خلاف دیوار بن کر کھڑے ہو جایئے۔ اسی طرح ترک موالات کی تحریک بھی چل سکتی ہے۔ مثلاً آپ کہتے ہیں کہ ہم اس حکومت کو ٹیکس نہیں دیں گے۔ ہمارے نزدیک یہ حکومت سارے کام حرام کر رہی ہے لہٰذا ہم اپنے ٹیکس کیوں دیں کہ وہ حرام کام میں لگائے۔ اس طرح آپ نے کسی کا نقصان نہیں کیا اگرچہ آپ پر گولی چلے گی۔ اسی لئے میں اسے یک طرفہ جنگ سے تعبیر کرتا ہوں۔

اس ضمن میں، میں نے ایک اور بات بھی کہی تھی اور وہ یہ کہ قومی فوج ایک حد تک آگے جا سکتی ہے۔ اس حد سے آگے نہیں جائے گی۔ یہی معاملہ ہم پی این اے کی تحریک کے دوران دیکھتے ہیں کہ فوج نے گولیاں برسائیں، مظاہرین ہلاک بھی ہوئے لیکن پھر اسی فوج نے بھٹو صاحب کو جواب دے دیا تھا۔ لاہور میں جب گولی چلانے کا حکم ملا تو دو برگیڈیئر تھے جنہوں نے گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس حوالے سے یہ راستہ ہی سب سے مناسب ہے۔

ایران میں بھی یہی کچھ ہوا۔ اگرچہ ایران کا معاملہ اس حوالے سے قدرے مختلف ہے کہ وہاں شہنشاہ بہت ظالم تھا، ملوکیت کا دور دورہ تھا لہٰذا ہزاروں لوگوں کو اپنی جانیں دینا پڑیں تب جا کر کہیں منزل قریب آئی۔ شہنشاہ کو اس بات کا بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ کہیں فوج کا رخ تبدیل نہ ہو جائے اور مجھے ہی نہ مار ڈالے۔ اس لئے کہ نیشنل آرمی کو معلوم ہوتا ہے کہ جو سامنے ہیں وہ کون ہیں؟ اسی قوم کے ہی افراد ہیں جبکہ occupation آرمی کا معاملہ مختلف ہوتا ہے۔ اگر فرانسیسیوں نے الجزائر کے لوگوں کو مارا ہے تو انہیں کیا دکھ ہو گا۔ اسی طرح جنرل ڈائر نے جلیانوالہ باغ میں فائرنگ کرائی تھی اور سینکڑوں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ظاہر ہے اس میں جنرل ڈائر کا کیا نقصان ہے۔ جتنے بھی مریں گے ہندوستانی مریں گے لیکن قومی فوج اس حد تک آگے نہیں جا سکتی۔

سوال: چھاپہ مار کارروائی ناجائز ہے یا بے سود؟

جواب: میرے نزدیک چھاپہ مار کارروائی ناجائز نہیں ہے بلکہ بے سود ہے۔ میں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر کسی ملک میں حالات اجازت دیں اور طاقت اتنی ہو جائے کہ گوریلا جنگ موثر ہو سکتی ہو تو فاسق و فاجر حکمرانوں کے خلاف قتال اور مسلح بغاوت جائز ہے۔ اس معاملے میں میری رائے امام ابو حنیفہؒ کی رائے کے مطابق ہے۔ اگرچہ انہوں نے بھی یہ شرط لگائی ہے کہ طاقت اتنی ہو چکی ہو کہ کامیابی بظاہر احوال یقینی نظر آتی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ دو چار ہی آدمی آئیں نعرہ لگائیں اور اپنی جانیں قربان کر دیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ ایک طرح کی خودکشی ہو جائے گی۔

سوال: نظام کو تبدیل کرنے کے لئے انقلاب لازمی ہے اور یہ انقلاب اس وقت تک نہیں آ سکتا جب تک افراد کی زندگیوں میں انقلاب نہ آئے۔ آپ یہ بتائیں کہ ہم اپنی زندگیوں میں انقلاب لانے کے لئے کیا کریں؟ کیونکہ آگے کے مرحلے تو اس کے بعد ہی آئیں گے۔

جواب: آپ کا سوال تو بہت ہی عمدہ ہے لیکن میں اس کا جواب اپنی دانش کے مطابق کافی تفصیل کے ساتھ دے چکا ہوں۔ انسانی زندگی میں انقلاب آتا ہے اس کے یقین کی کیفیت کے بدلنے سے۔ آپ اس وقت جو کچھ کر رہے ہیں وہ کسی فکر کے تحت کر رہے ہیں۔ آپ صرف عمل کو دیکھتے ہیں، وہ چیز پیچھے نظر

نہیں آتی جس کی بنیاد پر عمل ظہور میں آیا ہے۔ فکر ہر ایک کے پاس ہے ضرورت اس فکر کو بدلنے کی ہے۔ اس فکر کے بدل جانے کے معنی ہیں دل میں ایمان حقیقی کا پیدا ہوجانا۔ اسی کو علامہ اقبال کہتے ہیں کہ۔

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود

اس شعر میں بہت عظیم حقیقت کو بیان کر دیا گیا ہے۔ جب یہ قرآن کسی کے اندر سرایت کر جاتا ہے تو اس کے اندر انقلاب آجاتا ہے۔ پہلے اعمال کا صدور کسی اور فکر کی بنیاد پر تھا اب جو فکر آگیا ہے وہ ایمان والا ہے۔ اللہ کا یقین، آخرت کا یقین رسالت کا یقین۔ یہی انفرادی انقلاب اجتماعی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ جب اندر انقلاب آجائے گا تو یہی انقلاب تمہید ثابت ہوگا عالمی انقلاب کی۔ یہ ایمان قرآن حکیم سے حاصل ہوگا۔ لہٰذا اپنے اندر قرآن سے ہم کلام ہونے کی صلاحیت پیدا کریں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اتنی عربی زبان آتی ہو کہ قرآن آپ سے براہ راست ہم کلام ہوسکے۔ بقول اقبال۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

تفاسیر اور تراجم سے کچھ معلومات تو حاصل ہوسکتی ہیں لیکن یہ معلومات آپ کے اندر حرارت پیدا نہیں کرسکتیں۔ یہ تب ہی ہوگا جب قرآن حکیم کے الفاظ آپ کے دل پر اتر رہے ہوں دین کا مطالعہ کریں اور اس کے بعد جتنا جتنا حق واضح ہوتا چلا جائے عمل کا آغاز کردیں۔

سوال: میرا سوال تیسرے خطبہ کے متعلق ہے جس میں آپ نے نظام خلافت میں معاشی نظام پر بھی بحث کی تھی۔ اس میں سرمایہ داری، جاگیرداری اور سود کے متعلق بھی بحث ہوئی۔ میرا سوال یہ ہے کہ:

۱) کیا کرایہ داری بھی سود ہی کی قسم ہے؟ اور ہم (فرض کریں) کرائے کے مکان میں رہ رہے ہیں تو کیا کریں؟

۲) آپ نے فرمایا کہ ایک سرمایہ دار جب چاہے کسی کو ملازم رکھ سکتا ہے اور جب چاہے نکال بھی سکتا ہے۔ اس طرح تو ہوسکتا ہے ایک کارخانہ دار نے کسی کو ملازم رکھا اور کام وہ بالکل ٹھیک کر رہا ہے اور اگر اس کارخانہ دار کو اسی معیار کا ایک اور کاریگر مل جاتا ہے جو کم تنخواہ پر (پہلے کی نسبت) کام کرنے کو تیار ہے تو پہلے کو تو وہ فارغ کردے گا۔ اس طرح پہلے ملازم کو کوئی تحفظ حاصل نہیں۔

جواب: (ا) اگر سرمایہ محض سرمائے کی حیثیت سے Earn کرے تو اس کی ایک بدترین شکل تو ہے سود جو کہ حرام ہے اور اتنا حرام ہے کہ اتنی اور کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ اس سرمائے میں انسان کسی نقصان کا احتمال لینے کو تیار نہ ہو یعنی نفع ایک معین شرح پر حاصل ہو رہا ہو۔ البتہ بعض چیزوں کو جائز تو کیا گیا ہے لیکن ان میں کچھ compensation پر مثلاً مضاربت میں ایک شخص کا سرمایہ ہوتا ہے اور دوسرے شخص کی محنت ہوتی ہے۔ وہ دوسرے شخص کو کہہ گیا ہے کہ تم کاروبار کرو اور اس میں اگر نفع ہوگا تو دونوں کو مل جائے گا۔ اس میں پیسے والے کی محنت شامل نہیں ہے لیکن سرمائے کے بل پر نفع لے رہا ہے۔ لیکن اس میں بھی تحفظ محنت کو حاصل ہے سرمائے کو نہیں ہے۔ اگر نقصان ہوجائے گا تو یہ پورے کا پورا سرمائے والا برداشت کرے گا۔ اس نقصان کا تاوان محنت کرنے والے پر نہیں ہوگا۔ اسی compensation نے مضاربت کو جائز قرار دیا ہے۔

اسی طرح کرایہ کا معاملہ ہے۔ مکان میں جو سرمایہ لگا ہوا ہے اس نے ایک fix صورت اختیار کرلی ہے اور آپ اس کا استعمال کر رہے ہیں۔ فرض کریں کہ آپ نے دس لاکھ کا مکان بنایا ہے۔ آپ نے یہ مکان ایک شخص کو کرائے پر دے دیا ہے۔ آپ اس سے دس ہزار روپے ماہانہ کرایہ لیتے ہیں۔ اس نے ایک معین فائدہ اٹھایا ہے اس جگہ سے کہ وہ ایک مہینے رہا اور اس کا بدل آپ کو دے دیا ہے۔ لیکن اگر آپ نے دس لاکھ دے دیئے نقد پر تو اس صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کبھی بیس لاکھ بنالے اور یہ بھی ممکن ہے کہ پانچ لاکھ بھی ڈوب جائے۔ ایک سرمایہ ہے کہ جس میں تبدیلی کا بہت امکان ہے جبکہ کرایہ کے مکان میں کیا ہوگا۔ اس میں ڈیکوریشن میں کچھ خرابی ہوگی اور وہ بھی معمولی سی۔ اس حوالے سے کرایہ بہت مختلف ہوجاتا ہے۔

ظاہر ہے ان چیزوں میں کچھ نہ کچھ تو مشابہتیں ہوتی ہیں۔ اس لئے تو انہوں نے کہا تھا کہ "انما البیع مثل الربو" یعنی تجارت بھی تو ربو کی ایک شکل ہے۔ آپ ڈیڑھ سو کا جوتا خرید کر دو سو کا بیچ دیجئے تو یہ آپ کے لئے جائز ہے۔ لیکن سو روپے نقد دیکر اس سے ڈیڑھ سو لے لیجئے تو یہ حرام ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ "احل اللہ البیع و حرم الربو" یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو جائز ٹھہرایا ہے اور ربو کو حرام۔

۲) یہ بھی بہت عمدہ سوال ہے۔ تحفظ زکوٰۃ کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔ عہد حاضر میں بھی جدید سرمایہ دارانہ نظام نے کچھ تحفظات دیئے ہیں۔ فرض کریں کہ آپ نے اپنے کسی ملازم کو نکال دیا لیکن اب اس ملازم کو کھانے کے لئے بے روزگاری الاؤنس مل جائے گا۔ اسی لئے ان ممالک کا مزدور سرمایہ دار کے سامنے پاؤں جما کر بات کرنے کی ہمت رکھتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ اگر آپ مجھے مناسب مزدوری دیں گے تو کام کروں گا ورنہ نہیں کروں گا۔ اب مزدور کے پاس بھی Bargaining power موجود ہے۔ اگر یہ تحفظ نہیں ہے تو پھر مزدور سرمایہ دار کے رحم و کرم پر ہے۔ فرض کریں کہ جو آپ کی مناسب مزدوری ہے اس کا ۱/۱۰ بھی دے تو مزدور قبول کرے گا ورنہ فاقے آئیں گے۔ اسی لئے اس سرمایہ داری میں بھی وہ نظام رکھا گیا ہے تاکہ انسان کی بنیادی ضروریات کی کفالت ہوجائے۔ بہت جگہوں پر یہ نظام بہت کم درجے میں ہے جبکہ بعض ممالک میں یہ نظام بہت اونچا ہے جیسا کہ سکنڈے نیوین ممالک کا ویلفیئر لیول بہت اونچا ہے۔

اسلام یہی شکل زکوٰۃ کے ذریعے پیدا کرتا ہے۔ آپ اگر بے روزگار ہوگئے ہیں تو آپ کی کفالت اب ریاست کے ذمے ہے۔ لیکن اس بات کو آپ جبر نہ سمجھیں کہ آپ مزدور رکھتے ہیں جو کہ صحیح کام نہیں کرتا۔ اب آپ کو مجبور کیا جائے کہ اس کو ضرور رکھو تو یہ بڑی ہی abnourmal بات ہوگی۔ اگر کوئی شخص مزدور کی جگہ پر اپنے آپ کو رکھ کر سوچے گا تو واقعتاً اس کی حالت اور ہوگی لیکن کبھی Employer کی حیثیت سے بھی سوچئے! مزدور ٹریڈ یونین کے سہارے کام چھوڑ کر دھڑلے سے بیٹھا ہوا کہے کہ ہم یوں کریں گے یوں کریں گے! اس سے سارا فساد پھیلا ہوا ہے اور حاصل کچھ نہیں ہے۔ اس میں بہتر صورت یہی ہے جسے Hire and Fire کا نام دیا جاتا ہے۔ اس طرح انسان اپنی جائز مزدوری اپنی محنت سے حاصل کرسکتا ہے حرام خوری سے اور غنڈہ گردی سے نہیں۔

سوال: یہ سوال آخری خطبہ سے ذہن میں پیدا ہوا۔ جو کہ تنظیم اسلامی کے متعلق ایک دستوری قسم کا سوال ہے۔ وہ یہ کہ فرض کریں تنظیم اسلامی کی

مرکزی شوریٰ کی کسی مسئلے پر ایک رائے ہے اور آپ کی الگ رائے ہے اور دونوں اپنی اپنی آراء سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تو کس کی رائے مانی جائے گی؟

جواب: ہمارے ہاں سرے سے کوئی خلا موجود ہی نہیں یہاں تو اس شخص کی بات چلے گی جس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی ہے۔ الا یہ کہ کوئی حرام کی بات ہو۔ اگر کوئی شخص واقعتاً سمجھتا ہے کہ میں حرام کا حکم دے رہا ہوں تو وہ کہہ سکتا ہے کہ جناب السلام علیکم ہم جا رہے ہیں۔ یہ چیزیں اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ Ad just کرتی ہیں کہ جو شخص تنظیم یا تحریک کو لے کر چل رہا ہے وہ خود تو اکیلا ہی ہے وہ اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر چلے گا۔ لیکن اگر آپ کے ذہن کوئی اکثریت و اقلیت کا تصور ہے تو پھر ایک نظام ہی دوسرا بن جاتا ہے۔ ہم چونکہ چھ ہیں اس لئے ہماری بات مانی جائے اور دوسری طرف پانچ ہیں لہٰذا ان کی بات کیسے مانی جائے۔ یہ فلسفہ اور فکر ہی الگ ہے۔

سوال: اگر وسیع پیمانے پر دعوت بذریعہ قرآن کے نتیجہ میں متاثر ہونے والے افراد متناسب نمائندگی کے تحت ہونے والے انتخابات میں جہاں صرف نظریہ یا منشور کو ووٹ دیا جائے افراد انتخاب نہ لڑیں، بذریعہ ووٹ اپنی رائے کا اظہار مخصوص نظریہ پر مبنی جماعت کے حق میں کریں تو کیا یہ اسلامی انقلاب کی تیاری کے مرحلہ کو تقویت پہنچانے کا باعث ہو سکتا ہے؟ کیا اس طرح حکومت پر اثر انداز ہوا جا سکے گا؟

جواب: ضرور ہو سکتا ہے بشرطیکہ آپ پہلے جاگیرداری ختم کروائیں۔ ہماری آبادی کا ۸۰ فیصد دیہاتوں میں مقیم ہے۔ یہ لوگ آپ کے منشور وغیرہ کو نہیں جانتے۔ یہ عظیم اکثریت تو زمیندار اور جاگیردار کے انگوٹھے کے نیچے ہے۔ اسے منشور سے اور اس میں کیا لکھا گیا ہے اس سے کوئی بحث نہیں۔ یہ نظام اگر ختم ہو جائے تو اسلامی تحریک الیکشن کے ذریعے آگے بڑھ سکتی ہے۔ جس طرح الجزائر میں الیکشن سے اسلامی تحریک کے آگے بڑھنے کا امکان پیدا ہو گیا تھا۔
الجزائر میں تو یہ ہو ہی اس لئے گیا تھا کہ وہاں جاگیرداری کی لعنت نہ تھی۔ اس لئے کہ آزادی حاصل کرنے کے بعد الجزائر نے سوشلسٹ نظام اختیار کیا تھا لہٰذا وہاں نہ جاگیردار ہے نہ ہی بڑا زمیندار۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ وہاں کی زبان عربی ہے۔ آپ کتنے بڑے پیمانے پر دعوت کو عام کریں گے۔ آپ کا آدمی ویسے ہی ان پڑھ ہے اور عربی سے تو آپ کے پی ایچ ڈی بھی ان پڑھ ہیں۔ اس لئے انقلاب تو ایک اقلیت کے ذریعے برپا کیا جائے گا۔ یہ حقیقت تاریخی اعتبار سے بھی ثابت ہے کہ انقلاب ہمیشہ اقلیت نے برپا کیا ہے۔

سوال: آپ نے زمین کی تقسیم کا جو نظام بتایا ہے اس سلسلے میں یہ فرمائیے کہ اس نظام کے قائم ہونے کے سلسلے میں زمین کی پیداوار کا کچھ حصہ جو بیت المال یعنی خزانے میں جائیگا اس کے لئے کس قسم کی انتظامی مشینری درکار ہوگی۔ کیونکہ ہمارے موجودہ انتظامی حلقے اس نظام کو چلانے کے قابل نہیں ہیں۔ اس سسٹم میں رہتے ہوئے یہ نظام کیسے چلے گا؟

جواب: میں نے یہ بات کہی ہی نہیں کہ اس سسٹم میں رہتے ہوئے نظام چلانا ہے۔ یہ پورا نظام ایک وحدت کی حیثیت سے ہوگا تب ہی اس کی برکات کا ظہور ہوگا۔ یہ نظام قائم بہرحال انقلاب کے بعد ہوگا۔ انقلاب کے بعد جو تبدیلی آئے گی اس کا فہم عام کرنے کے لئے تو یہ ساری گفتگوئیں ہوتی ہیں۔ یہ انقلاب کیسے آئے گا یہ میرے آخری خطبے کا موضوع تھا۔ انقلاب کے بعد تو اس کی پوری مشینری تبدیل ہو چکی ہوگی۔ دو چار آدمی تو انقلاب برپا نہیں کر دیں گے۔ بلاشبہ لاکھوں آدمی ہوں گے۔ یہ لاکھوں آدمی وہ ہوں گے جنہوں نے جان اور مال کی بازیاں کھیلی ہوں گی۔ اپنے وجود پر پہلے اسلام کو قائم و نافذ کیا ہوگا۔ حلال اور حرام کی قیود کو اپنے گھر اور وجود پر نافذ کیا ہوگا۔ یہی فدائین تو آپ کی اصل طاقت ہوں گے۔
ایران کا انقلاب اس طریقے سے برپا بھی نہیں ہوا تھا لیکن وہاں بھی پاسداران انقلاب حفاظت کے لئے کھڑے ہیں۔ ان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ اس لئے ان تمام باتوں کو موجودہ حالات پر ہرگز قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ OO

آزاد کشمیر کا دورہ

شبیر احمد اعوان

——— خالد محمود

عباسی صاحب، نائب ناظم حلقہ شمالی پنجاب نے آزاد کشمیر کا پانچ روزہ دورہ کیا۔ آپ ۲ جنوری کو مظفر آباد پہنچے اور ۴ جنوری کو شام چار بجے باغ تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ ناظم حلقہ آزاد کشمیر راجہ محمد اکرم صاحب تھے۔ باغ پہنچتے ہی لوگوں سے ملاقاتیں شروع کر دیں۔ دوسرے دن بعد نماز مغرب گورنمنٹ ڈگری کالج باغ کی مسجد میں اساتذہ اور طلبہ سے خطاب فرمایا۔ یہ خطاب ڈیڑھ گھنٹہ پر مشتمل تھا۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر ہو یا فلسطین، بوسنیا ہو یا صومالیہ یا افغانستان، مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ گویا حالت یہ ہے کہ ع "ہو گیا مانند آب ارزاں مسلمان کا لہو"
ان مایوس کن حالات میں مسلمانوں کے لئے نبی اکرم ﷺ کی پیشینگوئیاں مشعل راہ ہیں۔ بقول علامہ اقبال۔

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ افکار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ
اور
اور بھی دور فلک ہیں ابھی آنے والے
ناز اتنا نہ کریں ہم کو ستانے والے

جناب خالد محمود عباسی کے خطاب کے بعد ایک لیکچرر نے تحریک خلافت میں شامل ہونے کا فارم پر کیا۔ دوسرے دن گورنمنٹ ہائی سکول باغ میں اساتذہ اور طلبہ سے خطاب کیا۔ جسے اساتذہ نے سراہا۔ بعد ازاں دوپہر کو سنگلاخ اور بلند و بالا پہاڑی پر موجود گاؤں سنگولہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ راقم الحروف ہمہ وقت ان کے ساتھ رہا ہے۔ وہ نماز مغرب کو راقم الحروف کے مکان پر پہنچے۔ دوسرے دن آنے والے حضرات سے ملاقاتیں کرتے رہے اور تحریک خلافت کی دعوت بھی دیتے رہے۔ دوپہر کو جامع مسجد سنگولہ میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا۔ جس سے لوگ نظام خلافت کے قیام کے طریق کار سے متعارف ہوئے۔ اس طرح یہ اس پانچ روزہ دورے کا آخری پروگرام تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سعی و جہد کو قبول کرے۔

فکرِ فردا ہے نہ غمِ دوش

کیا محض تعداد میں اضافہ ہمارے مسائل کا کوئی حل ہے؟

اخذ و ترجمہ: سردار اعوان

اسلام میں غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے لیکن مستقبل کا تعلق اس عمل سے ہے جو آج ہم کرتے ہیں یا جسے ہم نظر انداز کر دیتے ہیں۔ قرآن میں مستقبل' بطور لفظ تو استعمال نہیں ہوا لیکن اس کا مفہوم موجود ہے۔ جیساکہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ اس قوم کی حالت کو نہیں بدلے گا جو خود اپنے آپ کو بدلنے کے لئے تیار نہ ہو۔ یعنی مفروضے قائم کرنا پسندیدہ نہیں لیکن خوب سے خوب تر کی جستجو عین مطلوب ہے۔ اسی طرح "بدعت" اور "ابداع" کو بھی باہم خلط ملط نہیں کرنا چاہیئے۔ بدعت اسلام کے بنیادی اصولوں کے منافی کوئی تصور قائم کرلینا ہے جبکہ ابداع معاشرے کی اصلاح اور بہتری کی خاطر نئی نئی ایجادات اور تبدیلیاں لانے کا نام ہے۔ کوئی جاندار جو تبدیلی قبول نہیں کرے گا بالآخر نیست و نابود ہو جائے گا۔ ہاں وہ لوگ تبدیلی نہیں چاہیں گے جنہیں مراعات حاصل ہیں۔ صنعتی ممالک اپنے آئندہ منصوبوں کے ستانوے فیصد حصے پر پہلے سے کام شروع کر دیتے ہیں۔ جبکہ تیسری دنیا کے ممالک جو آبادی کے لحاظ سے دنیا کا اسی فیصد ہیں' مستقبل کے صرف تین صد امور پر پیشگی توجہ صرف کرتے ہیں۔ آئن شائن سے کسی نے پوچھا کہ تمہیں مستقبل سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ اس کا کہنا تھا کہ مجھے وہاں رہنا ہے۔ اگر نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے سامنے مستقبل نہ ہوتا تو آج دنیا میں سوا ارب کے لگ بھگ مسلمان نہ ہوتے۔

آج کی دنیا کئی لحاظ سے بدل چکی ہے۔ خصوصاً ان معاملات میں۔

تیز رفتاری: دنیا میں جتنی بھی معلومات ہیں وہ ہر ساتھ' آٹھ سال بعد دگنی ہو جاتی ہیں۔ دنیا میں ہر دو منٹ میں سائنس پر مبنی ایک نیا مضمون شائع ہوتا ہے۔ اس سے دو قسم کی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ پیچیدگی میں اضافہ اور وقت اور فاصلے میں کمی۔

پیداواری صلاحیت سے معلوماتی صلاحیت کی طرف منتقلی: خام مال کی بجائے افرادی وسائل کو فوقیت حاصل ہو رہی ہے۔ سرمایہ کے ساتھ اچھے ذہن اور نئے خیالات کی اہمیت ناگزیر ہو چکی ہے۔

تہذیبی عنصر: قوموں کے درمیان تعلقات میں تہذیب و تمدن کا کردار بنیادی اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

آبادی: جنوب میں آبادی نوجوانوں پر مشتمل اور روز افزوں ہے۔ جبکہ شمال ٹھہراؤ اور عمر رسیدگی سے دوچار ہے۔ مسلمان اپنی آبادی میں پچاس فیصد سولہ سال سے کم عمر اور چالیس فیصد سے زائد تیس سال سے کم عمر افراد پر مشتمل ہیں۔

ترقی یافتہ ٹیکنالوجی: یہ میدان یعنی کمپیوٹر سائنس' روبوٹ' خصوصی دماغ خلائی تحقیق اور بائیو ٹیکنالوجی وغیرہ صنعتی ممالک کے ہاتھ میں ہے جو اپنی آمدنی کا آٹھ تا بارہ فیصد تحقیق و ترقی کے لئے اور اتنی ہی رقم سٹاف ٹریننگ پر صرف کرتے ہیں۔ جہاں تک ٹیکنالوجی کی نام نہاد منتقلی کا تعلق ہے یہ دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں۔ فرسودہ آلات بے تحاشہ قیمت پر جنوب میں پھینک دینے کو ٹیکنالوجی کی منتقلی کا نام دے دیا گیا ہے۔ ٹیکنالوجی خریدی اور بیچی جانے والی شے ہے ہی نہیں بلکہ معلومات اور تخلیقی عمل پر مبنی ایک طویل سلسلے کا نام ٹیکنالوجی ہے۔

معلومات اور سلسلہ مواصلات: شمال اور جنوب کے درمیان اس میدان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ معلومات سے متعلق پچاسی فیصد سرگرمیاں شمال میں ہو رہی ہیں۔ جبکہ ہمیں ابھی اس کے اثرات کا اندازہ کرنے میں بھی وقت لگے گا۔

معیشت: معیشت کے شعبے میں علاقائی سطح پر قریبی تعاون پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ ایسے معاشی خطے وجود میں آئیں جو مل کر ایک دوسرے کو سہارا دے سکیں۔ اگلی صدی تک پندرہ کروڑ سے کم آبادی والا کوئی ملک بھی تنہا اپنا معاشی نظام برقرار نہیں رکھ سکے گا۔

ثقافت: قوموں کے باہمی تعلقات میں ثقافت بنیادی کردار کی حامل ہوگی۔ مستقبل میں محاذ آرائی کا سبب سیاسی اور معاشی مسائل کی بجائے ثقافت ہوگی۔

جدیدیت بمقابلہ مغربیت: جاپان کے تجربہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جدیدیت اور مغربیت لازم و ملزوم نہیں ہیں۔ اگرچہ عالمی سطح پر مغرب کو مادی ترقی کے لحاظ سے سبقت حاصل رہی ہے مگر آنے والا دور مختلف تہذیبوں کا دور ہوگا۔

سائنسی ترقی: "اشیاء" کی اہمیت کم ہو رہی ہے جبکہ "غیر اشیاء" کو وقعت حاصل ہو رہی ہے۔ صنعتی پیداوار میں خام مال کی کھپت کم سے کم ہو رہی ہے۔ "دماغ" کا استعمال زیادہ ہے۔ "آپٹیکل فائبر" کی مثال لے لیجئے جس کے بڑھتے ہوئے استعمال سے تانبے کا استعمال نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہے۔ نیز پارٹیکل فزکس' مالیکیولر بائیولوجی اور نیورو فزیالوجی جیسے نئے سائنسی شعبے اس درجے ترقی کر گئے ہیں کہ روایتی نیوٹن کی فزکس اور ڈیکارٹس کی عقلیت پرستی قصہ ماضی بن چکی ہیں۔

ایک طرف یہ بلندی اور دوسری طرف پستی کا یہ عالم ہے کہ ہم مسلمان اپنی بنیادی کتاب' قرآن کو پڑھنے سے بھی عاجز ہیں۔ حالانکہ اس پر تو کسی کی کوئی اجارہ داری نہیں۔ جو شخص بھی ارادہ کر لے اور

تھوڑی ہمت کرے' اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا ذمہ لے رکھا ہے۔ دیگر کئی وجوہات کے علاوہ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ہمارے حکمران خود جاہل ہیں اس لئے وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ ان کی رعایا علم حاصل کرنے کی طرف دھیان دے۔
اب آئیں ایک نظر دیکھتے ہیں کہ وہ کون سے شعبے ہیں جن میں مسلمان سب سے زیادہ پسماندہ ہیں۔

معلومات کی کمی: مسلم دنیا میں معاشی' سماجی و ثقافتی اعداد و شمار ناپید ہیں۔ اسلام سے متعلق اگر کوئی معلومات دستیاب ہیں یا کوئی تحقیقی کام ہوا ہے تو وہ صنعتی ممالک میں ہوا ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہمیں اپنی تعداد بھی اس رپورٹ سے معلوم ہوئی جو ۱۹۸۰ء میں و ٹیکن نے شائع کی۔ اس رپورٹ کی تیاری میں دس سال کا عرصہ لگا اور چھ سو افراد نے کوئی دو سو ممالک میں جا کر اس پر کام کیا۔

نو آبادیاتی نظام کا اثر: ہماری حالیہ تاریخ اب بھی نو آبادیاتی نظام کے زیر اثر ہے۔ ہمیں اپنے حال پر کوئی اختیار نہیں بلکہ مستقبل بھی گروی رکھا جا چکا ہے۔ لہذا یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ترقی یافتہ قوموں کا ماضی ہمارا مستقبل ہے۔ ہم اگر ابھی اٹھ کھڑے ہوں' تب بھی نو آبادیاتی نظام سے چھٹکارا حاصل کرنے میں کئی دہائیاں لگ سکتی ہیں۔ ہمیں اپنے مستقبل سے جتنی دلچسپی ہے اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ "اسلام کا مستقبل" کے عنوان سے ایک برطانوی مصنف' ڈبلیو۔ سی۔ بلنٹ نے پہلی دفعہ ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کے بعد اس موضوع پر ایک صدی سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد ۱۹۸۰ء میں ضیاء الدین سردار نامی ایک مسلمان نے قلم اٹھایا۔

دور اندیشی کا فقدان: مسلمان حکمران مستقبل کے تقاضوں سے سرے سے نابلد ہیں۔ انہیں اگر کوئی خوف اور ڈر ہے تو صرف یہ کہ مسلمانوں کو کہیں دنیا کی ہوا نہ لگ جائے اور ان کی چودھراہٹ نہ جاتی رہے۔ اپنے ہی عوام کا خون چوسنے کی جو لت انہیں پڑ چکی ہے وہ ان کی مجبوری بلکہ معذوری بن چکی ہے۔ مزید برآں ان میں مغرب کی اندھی تقلید اور بیرونی آقاؤں کی حد درجہ وفاداری سب سے نمایاں ہے۔ جس کا اہم سبب یہ ہے کہ ہمارے حکمران طبقے خود اپنے ممالک میں بھی اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ انہی میں سے کئی گروہ آپس میں ایک دوسرے کو مات دینے میں لگے رہتے ہیں اور اس کے لئے بڑھ چڑھ کر غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی کے حصول میں سرگرم و سرگرداں رہتے ہیں۔ انہیں اپنے ملکی اور قومی معاملات سے سرے سے کوئی سروکار نہیں۔

ناخواندگی: اس معاملے میں مسلم ممالک دنیا میں پہلے نمبر پر آتے ہیں۔ بعض ممالک میں ناخواندگی کا تناسب ۸۰ فیصد تک ہے۔ لیکن کم سے کم بھی ۵۰ فیصد سے اوپر ہے۔ اس پر مستزاد جہالت کی ایک نئی قسم اس طبقہ میں جنم لے رہی ہے جو خواندہ شمار ہوتا ہے۔ "ذہنی غسل" کے عمل کے ذریعے انہیں اپنے گردوپیش سے بالکل بیگانہ کیا جا رہا ہے۔

سائنسی تحقیق سے مجرمانہ چشم پوشی: اس کام کے لئے اچھے ادارے اور صاف ستھرا تعلیمی ماحول درکار ہوتا ہے۔ نیز اظہار رائے کی مکمل آزادی چاہیے تاکہ صحت مند اور تخلیقی ذہن نشوونما پائیں۔ چونکہ یہ چیزیں مسلم ممالک میں دستیاب نہیں ہیں اس لئے ذہین افراد صنعتی ممالک کا رخ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ اس کا تدارک اس وقت تک ممکن نہیں جب تک صحیح معنوں میں کوئی اسلامی ریاست وجود میں نہیں آتی۔ کیونکہ محض مغرب کی نقالی سے مثبت نتائج حاصل کرنا ناممکن ہے۔

سماجی اور ثقافتی اقدار کی بیخ کنی: مسلم ممالک میں جاری رشوت' اقرباپروری بے حسی اور مفاد پرستی جیسی لعنتیں اس قدر زور پکڑ چکی ہیں کہ اخلاقی اور روحانی اقدار کا نام و نشان مٹ چکا ہے۔

ترقیاتی منصوبے: ہمارے ترقیاتی منصوبے مغرب کی اندھا دھند نقالی اور امداد پر مبنی ہوتے ہیں اور ان کا دائرہ بھی بعض سہولیات کی فراہمی تک محدود ہوتا ہے۔ جو کہ دراصل تو مراعات یافتہ طبقہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ حالانکہ ترقی کا مطلب یہ ہے کہ سائنس وہاں ثقافت کی حیثیت اختیار کر لے۔

قانون کی حکمرانی' معاشرتی تحفظ' اور انسانی حقوق: مسلم ممالک میں ایک طرف بعض مخصوص طبقے ہیں جن کی حکومت پر اجارہ داری ہے۔ اور انہیں ہر طرح کی مراعات حاصل ہیں۔ دوسری طرف عوام ہیں جو کسمپرسی کے عالم میں ہر طرح کا ظلم و ستم سہنے پر مجبور ہیں۔ ان حالات کو بدلے بغیر مستقبل کے خواب دیکھنا خوش فہمی ہی نہیں حماقت بھی ہے۔

عورتوں کی حیثیت: جس معاشرے میں مردوں کی اکثریت حیوانوں کی سطح پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو' اس میں عورتوں کو جو مقام حاصل ہو گا اس کا اندازہ باسانی لگایا جا سکتا ہے۔

مسلمان اقلیتیں: دنیا کے بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو کسی زمانے میں اسلامی سلطنت کا حصہ تھے اور زوال کے بعد وہاں اقلیت میں تبدیل ہو کر رہ گئے۔ اس کے علاوہ وہ لوگ ہیں جو بہتر مستقبل کی خاطر یورپ اور دوسرے ترقی یافتہ ممالک میں جا بسے۔ ان کے لئے سب سے اہم مسئلہ تو بقاء کا ہے۔ جو اس وجہ سے اور بھی شدید ہو گیا کہ مسلم دنیا بحیثیت مجموعی عالمی سطح پر اپنا کوئی باوقار کردار ادا کرنے سے قاصر ہے۔ باقی وہاں کی اکثریت کو جو بالادستی حاصل ہے اس کا اثر اپنی جگہ ہے۔ اس طرح ان لوگوں کا مستقبل کچھ زیادہ ہی مخدوش ہے۔

فلسطین' کشمیر اور بوسنیاء وغیرہ کے مسائل: مسلمان ممالک اگرچہ سامراج کی براہ راست غلامی سے کافی حد تک آزاد ہو چکے ہیں مگر وہ جو کہتے ہیں چور چوری سے جاتا ہے' ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ بعض علاقے ابھی تک عالمی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں اور غاصبانہ قبضہ کے ذریعے یہاں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ ان علاقوں کی عسکری اہمیت کے پیش نظر یہاں سے مسلمانوں کا بڑی بے دردی سے صفایا کیا جا رہا ہے تاکہ انہیں اقلیت میں تبدیل کر کے ہمیشہ کے لئے مسئلہ حل کر دیا جائے۔ جہاں تک مسلم ممالک کا تعلق ہے ان میں یہ صلاحیت تو ہے نہیں اور نہ اتنی جرات ہے کہ فلسطین' کشمیر یا بوسنیا کے مسلمانوں کی کوئی عملی مدد کر سکیں۔ الٹا کیمپ ڈیوڈ جیسے مذاکرات میں شرکت کر کے دشمن طاقتوں کو جواز فراہم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی نسل کشی گویا ایک جائز عمل ہے۔

احیائی تحریکیں: بیشتر مسلمان ممالک میں ایک عرصے سے اسلام کے احیاء کا عمل جاری ہے مگر ایک تو اس قسم کی تحریکیں خود افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ جس کے باعث کوئی موثر اور منظم جدوجہد منظر عام پر نہیں آ سکی۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے وہاں کے مسلمان حکمرانوں کو ان

تحریکوں کو کچلنے کے لئے ہر قسم کی اخلاقی اور مادی امداد مہیا کی جاتی ہے اور یہ حکمران بڑی مستعدی سے یہ فریضہ انجام دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا اپنا مفاد بھی اسی سے وابستہ ہے کہ کہیں حقیقی اسلامی ریاست کے قیام کا امکان پیدا نہ ہو۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ دنیا کی کل آبادی کے صرف بیس فیصد پر مشتمل یورپ اور امریکہ دنیا کے ۸۰ فیصد وسائل پر قابض ہے۔ لیکن قدرتی بات ہے کہ اس صورت حال کو ہمیشہ کے لئے برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔ چنانچہ اگلے دس' پندرہ سال میں اسے اپنا توانائی کا خرچ قریباً بیس فیصد تک کم کرنے کے سوا چارہ نہیں۔ حیاتیاتی کرہ کے بے تحاشا استعمال سے خود انسانی زندگی کو وہاں شدید خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔ اس تمام انتشار اور بد امنی کا سبب وہ منافقت ہے جو انسانی زندگی میں خون کی طرح گردش کر رہی ہے اور یہ منافقت خود حکومتوں کی پیدا کردہ ہے۔ وہ خواہ کسی مغربی ملک کی ہو یا مشرقی ملک کی' اس معاملے میں ان میں کوئی فرق و تفاوت نہیں ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلم دنیا جب زوال کی آخری حدوں کو چھو رہی ہے تو مغرب پر مسلم بنیاد پرستی کی وحشت کیوں طاری ہے۔ اس کا باعث صرف اور صرف ایک ہے اور وہ ہے مسلمانوں کی تعداد (اگر فی الواقع اس کی کوئی اہمیت ہے تو) ۱۹۸۵ء سے جب مسلمان تعداد کے لحاظ سے کیتھولکس سے آگے آئے ہیں' مغرب اور ویٹیکن کی نیند حرام ہو چکی ہے۔ اور وہ بڑی بے چینی سے اس پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے جائزوں کے مطابق ۱۸۳۰ء میں جو تعداد تھی اس وقت دنیا میں اس سے کم از کم دگنے مسلمان موجود ہیں۔ اس صدی کے آغاز میں دنیا کی کل جتنی آبادی تھی' تیس سال بعد دنیا میں اتنی آبادی صرف مسلمانوں کی ہوگی۔ ۱۹۸۰ء میں یہود و نصاریٰ مل کر دنیا کی کل آبادی کا ۳۱ فیصد اور مسلمان اٹھارہ فیصد تھے۔ ۲۰۲۵ء میں یہ تناسب برعکس ہو جائے گا۔ یہود و نصاریٰ پچیس فیصد رہ جائیں گے جبکہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ کر دنیا کی کل آبادی کا ۳۳ فیصد ہو جائے گی۔ اکیسویں صدی کے آخر تک یہ نسبت بیس فیصد اور چالیس ہو کر گویا اگلی چار پانچ نسلوں میں دنیا کی آبادی میں آدھے مسلمان ہوں گے۔ (بشکریہ دی امریکن جرنل آف اسلامک سوشل سائنسز' سمر ۱۹۹۳ء)۔OO

تحریک خلافت پاکستان

ناظم اعلیٰ نے راولپنڈی میں مصروف دن گزارے

طاہر عباس اعوان

ناظم اعلیٰ تحریک خلافت جنرل انصاری صاحب نے جب سے نظامت علیا کا منصب سنبھالا ہے ملک کے طول و عرض میں ذاتی ملاقاتوں اور رابطوں کا وسیع پروگرام شروع کر رکھا ہے۔ اگرچہ محترم جنرل صاحب شیڈول کے مطابق حلقہ راولپنڈی کا اس سے قبل دورہ کر چکے تھے۔ اور پھر چھ' سات اور آٹھ دسمبر کو خطبات خلافت میں بھی ان کی شرکت رہی تاہم ناظم حلقہ راولپنڈی جناب شمس الحق اعوان کی درخواست پر یکم تا چار جنوری ۹۴ء انہوں نے دوبارہ راولپنڈی کا دورہ کرنا منظور فرمایا۔ اس دورے کا مقصد خطبات خلافت میں شرکت کرنے والے معاونین و احباب سے براہ راست تعارف حاصل کرنا اور انہیں تحریک میں شمولیت کی دعوت دینا تھا۔

اس دورے کا پہلا پروگرام اسرہ کینٹ کے نقیب رؤف اکبر نے سادات ہاؤس گینگ بھانہ میں ترتیب دیا۔ اس پروگرام میں لوگوں کو شرکت کی دعوت کے لئے ذاتی رابطے کے علاوہ مختلف جگہوں پر بینرز بھی آویزاں کئے گئے۔ جنرل صاحب نے سورۃ قیامہ کا درس دیا اور دنیوی و اخروی زندگی کا مدلل انداز میں فرق بیان کرتے ہوئے حاضرین کی توجہ مقصد حیات پر مبذول کروائی تاکہ وہ اپنی کوتاہیوں پر قابو پاتے ہوئے از سر نو رضائے الٰہی کے حصول میں ہمہ تن لگ جائیں۔

واہ کینٹ میں محمد عادل صاحب اور ان کے بیٹے شعیب عادل صاحب جو کہ بہت متحرک معاونین میں سے ہیں اور الیکٹرک سٹور چلا رہے ہیں' انہوں نے بعد نماز مغرب اپنے گھر درس کا اہتمام کیا۔ تقریباً ۴۰ کے قریب شرکاء نے اپنے سامنے قرآن مجید کھول رکھے تھے۔ اور جنرل صاحب نے حوالہ جات کے ذریعے درس میں ذوق و شوق کا اضافہ کر دیا۔ حاضرین نے اس قدر پسند کیا کہ دوبارہ آنے کی درخواست کی۔ اس روز جنرل صاحب نے ایم ڈی' پی ٹی وی سے بھی ملاقات کی۔ کنوینر انجمن خدام القرآن محمد صدیق صاحب (Sabro والے) اور ناظم حلقہ شمس الحق بھی ہمراہ تھے۔ جنرل صاحب نے ایم ڈی فراز علی صاحب سے الھدیٰ کی بندش اور اسے دوبارہ جاری کرنے کے بارے میں استفسار کیا۔

ہر مہینے کے پہلے پیر تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ڈاکٹر عارف رشید صاحب درس قرآن دیتے ہیں لیکن اس دفعہ جنرل صاحب کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے نظام خلافت کے خدوخال پر خطاب کا پروگرام بنایا گیا۔ خیال تو یہ تھا کہ اس کی بھرپور پبلسٹی کی جائے لیکن وقت کی قلت کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہوا۔ تاہم ذاتی رابطے ہی سے اس پروگرام کی اطلاع دی گئی۔

پروگرام کا آغاز مغرب کے بعد ہوا۔ اشتیاق حسین نے درس قرآن دیا اور شمس الحق اعوان صاحب نے نیو ہمپی ائیر کے حوالے سے منکرات کے خلاف قرآن و سنت کی روشنی میں دلائل دیئے۔ بعد ازاں جنرل انصاری صاحب نے قوم کی زبوں حالی اور اس سے نکلنے کے لئے جہاد کی اہمیت اور اس کے نتیجے میں قائم ہونے والی نظام خلافت کو مفصل بیان کیا۔ بعد میں سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ نماز عشاء پر یہ محفل برخاست ہوئی۔

سالانہ خلافت کنونشن کے انعقاد کے سلسلے میں جنرل صاحب نے راولپنڈی کے ذمہ داران تحریک خلافت سے مشورہ کے لئے میٹنگ بلائی۔ اس میں شرکت کے لئے سیکرٹری تحریک خلافت عبدالرزاق صاحب لاہور سے تشریف لائے۔ اس میٹنگ میں غلام مرتضیٰ اعوان امیر تنظیم اسلامی راولپنڈی و اسلام آباد' رانا عبدالغفور نقیب اعلیٰ اسلام آباد اور راولپنڈی سے محمد طفیل گوندل نے شرکت کی۔ مختلف تجاویز سامنے آئیں جن کی روشنی میں ۹ جنوری کو جنرل صاحب نے ناظمین خلافت کا ہنگامی اجلاس طلب کیا۔ بعد نماز مغرب اسرہ شکریال کے زیر اہتمام معاونین و احباب سے ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ مغرب سے عشاء تک جنرل صاحب کی گفتگو اور سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ نماز عشاء کے بعد دوسری نشست کا اہتمام ہوا جس میں طلباء' ڈاکٹرز' انجینئرز اور آفیسرز شامل تھے۔ تقریباً شب ۹ بجے اس نشست کا اختتام ہوا۔

ناظم اعلیٰ جناب جنرل انصاری کا چار روزہ دورۂ راولپنڈی انتہائی کامیاب رہا۔OO

کراچی میں تحریک کے ناظم اعلیٰ کی مصروفیات

تعداد کی قلت آپ کی ذمہ داری کو بڑھا دیتی ہے

ساتھیو! مشعلوں کو تیز کرو

نجیب صدیقی

ناظم اعلیٰ کا یہ سہ روزہ دورہ جو ۱۷ تا ۱۹ دسمبر پر مشتمل تھا معاونین خلافت سے خصوصی ملاقات کا تھا۔ آپ ایک ایک معاون سے مل کر اس کے حالات سے واقفیت حاصل کرتے۔ تنظیم و تحریک کے بارے میں اس سے سوال کرتے' مشکلات اور کام کا جائزہ لیتے' ہر معاون کی صلاحیتوں سے واقف ہونے کی کوشش کرتے' تحریک سے اس کی کتنی دلچسپی ہے اور وہ اس تحریک کے لئے وقت اور صلاحیت کو کس حد تک صرف کر رہا ہے! پوچھتے' بروقت مشورہ دیتے۔ جو معاون تحریک میں حال ہی میں شامل ہوئے ہیں ان سے فرماتے کہ آپ اس پر پہلے خود یقین حاصل کریں۔ اس کے لٹریچر کو بار بار پڑھنے سے وہ یقین حاصل ہوگا جو اس راہ میں چلنے اور اس پر استقامت اختیار کرنے میں مدد دے گا۔ آپ ہر معاون سے مختلف سوال کرتے اور اس کی ذہنی ساخت' اس کے علم اور تحریک میں شمولیت کے سن و سال کو مد نظر رکھتے ہوئے مشورہ دیتے۔ پرانے رفقاء سے پوچھتے کہ آپ نے اس تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے کیا کچھ سوچا ہے۔ کوئی تجویز آپ کے پاس ہے تو بتایئے۔ اس راستے کی رکاوٹوں کو جو آپ کے سامنے آتی ہیں بیان کیجئے تاکہ ہم بھی اس پر غور کریں۔ معاونین کراچی ضلع جنوبی کو قرآن اکیڈمی میں صبح ۹:۳۰ بجے بلایا گیا تھا۔ یہ ملاقات قبل از نماز جمعہ تک رہی۔ ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ ہمیں نرے صوفی مطلوب نہیں' ہمیں تو میدان جنگ میں اترنا ہے' اگر صرف درویشی مطلوب ہوتی تو حضور ﷺ کو اتنی جنگیں نہ لڑنی پڑتیں۔ موجودہ دور میں خلافت کے نظام کا تعارف بہت آسان ہے اس لئے کہ لوگ موجودہ نظام سے تنگ آچکے ہیں' لہٰذا انہیں یہ بتایا جائے کہ خلافت کا نظام ہمارے جملہ مسائل کو کس طرح حل کرتا ہے۔ دوران گفتگو ایک رفیق سے آپ نے کہا اتنی پرانی وابستگی پر اب تک آپ کے ذریعہ کم از کم دو ڈھائی سو افراد تنظیم و تحریک کو ملنا چاہیے تھے۔

ایک معاون سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا' آپ جن لوگوں سے بات کرتے ہیں ان کی سوچ کیا ہے۔ اس تحریک کے بارے میں وہ کیا رائے رکھتے ہیں' تنقید کے زاویئے سے واقف ہونا ضروری ہے۔ نیز اگر آپ کی گفتگو سے ایسا شخص متاثر نہیں ہوتا تو تحریک کے سینیر ساتھیوں سے ملاقات کا اہتمام کریں۔ ایک معاون نے جنرل صاحب سے کہا کہ ہماری تحریک کے تعارف کو گنجان آبادیوں کی طرف رخ کرنا چاہیے تاکہ اس تحریک کو وسعت دی جاسکے۔ حالات کی رفتار انتہائی تیز ہے' ہمیں بھی ایسی تدبیر اختیار کرنی چاہیے کہ ہم اس دھارے پر اثر انداز ہوسکیں۔ جنرل صاحب نے اس کی بات کو سراہا اور کچھ ہدایتیں دیں پھر کہا ہمیں ایسے مردان کار تیار کرنے ہیں جو باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرسکیں۔ ہمارے مضبوط ہاتھ باطل کے گریبان تک پہنچ سکیں' نہ ہمیں حزب اقتدار سے تعلق ہے نہ حزب اختلاف سے البتہ' حالات سے تعلق ضرور ہے۔ یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ غلط بات پر ٹوکیں گے اور صحیح بات کی طرف دعوت دیں گے۔ ایک رفیق نے پوچھنے پر بتایا کہ وہ اٹھارہ سال سے تنظیم سے وابستہ ہے۔ جنرل صاحب نے سوال کیا کہ اس دوران آپ نے کیا کچھ کیا' اس رفیق نے اپنی کم مائیگی کا اظہار کیا' آپ نے فرمایا اگر اس کام میں دل ٹھک گیا ہے تو ہماری کیفیت ایک جنونی کی ہونی چاہیے' اللہ نے انسان کو جتنی بھی صلاحیتیں عطا کی ہیں اسے چاہیے کہ وہ اس راستے میں جھونک دے۔ اس حلقے سے ۲۵ رفقاء ملاقات کے لئے آئے۔

قرآن اکیڈمی کی مسجد میں آپ نے خطبہ دیا۔ انسان کے عقیدے کا مرکز ایمان باللہ ہے۔ دستور کا مرکز ایمان بالرسالت ہے۔ اسی طرح عمل کا دارومدار ایمان بالاخرت پر ہے۔ آخرت پر جس قدر یقین ہوتا چلا جائیگا' جتنی آگاہی حاصل ہوتی جائیگی اسی قدر اس کے اعمال میں پاکیزگی آتی جائے گی۔ آپ نے آخرت کے حوالے سے قرآن مجید کی وہ آیات بیان کیں جس میں قیامت کے زلزلے کا ذکر ہے۔ اللہ نے منظر کشی کی ہے کہ جب چاند اور سورج ایک دوسرے میں پیوست ہوجائیں گے' انسان پکار اٹھے گا کہ اب بھاگنے کی جگہ کہاں ہے۔ گویا اب وہ پوری گرفت میں آچکا ہے۔ اس دن کے آنے سے پہلے جو کچھ وہ کمائے گا وہ اسی کے لئے ہے۔ خواہ نیکی ہو یا بدی۔ قرآن مجید کی پوری دعوت ہی انذار و تبشیر پر مشتمل ہے۔ آپ نے لوگوں کو سوچنے کی دعوت دی۔ پھر جس کتاب نے یہ خبریں دی ہیں اسے سمجھ کر پڑھنے پر زور دیا۔

نماز جمعہ کے بعد خلافت کمیٹی کے ارکان کے ساتھ دو پہر کا کھانا کھایا' اسی دوران کمیٹی کے ارکان کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ یہ بھی فرمایا کہ ہمیں ایسی کمیٹیاں تشکیل دینی چاہیں جو مختلف شعبوں میں اپنی دعوت پہنچا سکیں۔ خاص کر اساتذہ اور صحافی برادری میں۔

بعد از نماز عصر تنظیم اسلامی ضلع وسطی کے دفتر میں معاونین سے ملاقات کا وقت طے تھا۔ معاونین کی تعداد ۵۴ تھی اور یہ گفتگو رات پونے گیارہ بجے تک جاری رہی۔ ایک نوجوان سے مخاطب ہو کر فرمایا' ہم تو اپنی زندگی گذار چکے اب ہماری سہ پہر ہے۔ اب آپ جیسے نوجوانوں کا کام ہے کہ وہ اس مشن کو آگے لے کر چلیں۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اللہ نے اس کام

کے لئے آپ کو منتخب کیا ہے۔ جبھی تو آپ اس کے لئے آمادہ ہوئے ہیں۔ اگر آپ حساب لگائیں تو اس سوسائٹی میں آپ پوائنٹ ون پرسنٹ ہوں گے' لہٰذا اسی حساب سے آپ پر ذمہ داری بھی بڑھ گئی ہے۔ آپ کی حیثیت اس دعوت کے لئے سفیر جیسی ہے۔

سلسلہ سوال و جواب میں فرمایا' خلافت کا منصوبہ کسی انسان کا سوچا ہوا نہیں ہے یہ اللہ کا منصوبہ ہے جسے حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے نافذ کیا ہے۔ تحریک خلافت میں نئے شامل ہونے والوں سے فرمایا کہ آپ تحریک کا لٹریچر مطالعہ کریں۔ اسے کئی بار پڑھیں تاکہ بات ذہن نشین ہو جائے' جب یہ بات دل میں اتر جائیگی تو اسے دوسروں تک پہنچانے کا داعیہ ابھرے گا۔ اس طرح چراغ سے چراغ جلے گا اور ان شاء اللہ ہمارا ماحول روشن ہو جائے گا۔ یہ توقع رکھنا کہ لوگ خود آئیں گے' درست نہیں۔ حضور ﷺ خود طائف گئے۔ یہ بھاگ دوڑ اور دین کے لئے بھاگ دوڑ اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہے۔ ایک رفیق نے دین کی دعوت پر لوگوں کی طرف سے استہزاء کا ذکر کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ آپ ذرا غور کریں حضور ﷺ کے ساتھ استہزاء کیا گیا۔ کیا کیا اذیتیں نہ دی گئیں' بحر ظلمات میں سے اللہ نے آپ کو الگ کرکے اس کام کے لئے چن لیا ہے۔ اس پر شکر کیجئے اور اپنی سعی و جہد کو تیز کیجئے۔ ہمیں اس تحریک خلافت کو متحرک کرنا ہے۔ جب تک ہم ایسا نہیں کریں گے ہمیں ساتھی میسر نہیں آئیں گے اور جب تک معتدبہ ساتھی میسر نہ آجائیں اس انقلاب کی طرف "مارچ" نہیں ہو سکتا۔ ہمیں ہر سطح کے لوگ درکار ہیں' علمی سطح کے لوگ جو تعلیم یافتہ طبقے میں کام کریں۔ متوسط درجے کے لوگ جو عوام میں جاکر ایسے لوگوں کو جمع کریں جو تحریک خلافت کے پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اس نظام خلافت کو قائم کرنے کی کوشش میں اہم رول ادا کریں۔ تحریک خلافت اور تنظیم اسلامی کو مثال کے ذریعہ سمجھاتے ہوئے کہا' ہم تحریک خلافت کو راکٹ لانچر سے تشبیہ دے سکتے ہیں جو تنظیم اسلامی کے "بم" کو ٹارگٹ تک پہنچاتا ہے۔ جنرل صاحب چونکہ اس فیلڈ کے آدمی ہیں اس لئے مثال بھی اپنے ہی پیشے سے متعلق دی۔ باطل نظام کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے چودہ سو برس قبل شراب کو حرام قرار دیا تھا لیکن ایک عرصہ ہمارے ملک میں قانونی سطح پر حرام نہ تھی۔ پارلیمنٹ نے حرام قرار دیا تو حرام ہوئی گویا حرام و حلال کا اختیار پارلیمنٹ کو ہے۔ اس نظام کے باطل ہونے میں اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔

۱۸ دسمبر کی صبح جناب محمد سلیم خاں صاحب کمشنر کراچی سے ملاقات کے لئے صبح دس بجے ان کے دفتر میں پہنچے۔ وفد کا خیر مقدم کیا۔ ہمارے وفد میں جنرل صاحب کے ساتھ ناظم حلقہ جناب نسیم الدین صاحب سیکریٹری تحریک خلافت جناب طاہر چوہدری' جناب عبدالمجید شیخ' جناب عبدالطیف عقیلی اور راقم الحروف تھے۔ جنرل صاحب نے تحریک خلافت کا تعارف کرایا۔ کمشنر صاحب امیر محترم سے متعارف تھے۔ جہاں بھی ہم گئے ڈاکٹر صاحب کو لوگوں سے متعارف پایا۔ کمشنر صاحب نے مذہبی جماعتوں کے کردار پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ معاشرے میں ان کا منفی کردار ہے۔ تمام مساجد پر ان کا قبضہ ہے اور ہر جمعہ میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کو فروغ دیتے ہیں۔ ہمارے یہاں مذہب کے حصول کے دو ذریعے ہیں۔ پہلا ذریعہ والدین کا ہے' دوسرا ذریعہ یہ آئمہ مساجد ہیں۔ معاشرے کی خرابی کی بڑی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ ان کی تقریر مذہبی منافرت کے علاوہ کچھ نہیں۔ ان جماعتوں کے ذمہ دار لوگ جلوس نکالنے کی اجازت کے لئے میرے پاس آتے ہیں حالانکہ جلوس بذات خود نہ مذہب اور نہ مذہب کا طریقہ' اجازت لیتے وقت وہ ساری باتیں تسلیم کرتے ہیں کہ نہ ہم کسی کے خلاف نعرہ لگائیں گے اور نہ نفرت کا اظہار کریں گے۔ مگر جب جلوس لیکر سڑکوں پر آتے ہیں تو وہ سب کچھ کرتے ہیں جس کا نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس بات نے مذہب کی ساکھ کو ختم کر دیا ہے۔ مساجد کے امام پڑھے لکھے لوگوں کو ہونا چاہیے۔ جس طرح مصر میں الازہر یونیورسٹی ہے اسی طرح پاکستان میں بھی ہونی چاہیے۔ جب تک اس یونیورسٹی کا سرٹیفکیٹ کسی کے پاس نہ ہو اسے امامت کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

جنرل صاحب نے فرمایا ہمارے پڑھے لکھے طبقے کو بھی تو چاہیے کہ وہ مذہب کا علم حاصل کریں۔ یہ میدان تو خود انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ کیا یہ ان کی ذمہ داری نہیں ہے۔ کیا اس کے لئے ان سے جوابدہی نہیں ہوگی؟ کمشنر صاحب سے رخصت ہو کر ہمارا وفد جناب عرفان علی صاحب سینیئر ڈائریکٹر لینڈ بلدیہ کراچی سے ملنے پہنچا۔ جناب عرفان علی صاحب نے اپنے آفس کو عوام کے لئے کھلا چھوڑا ہے۔ جو شخص جب چاہے بغیر کسی روک ٹوک کے پہنچ سکتا ہے بلکہ انہوں نے یہ اعلان بھی دیواروں پر چسپاں کر دیا ہے تاکہ کسی شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ ہمارے معاشرے میں ایسے لوگ خال خال ہیں' مگر موجود ہیں۔ ایسے لوگ قوم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہیں۔ انسانیت کے عظیم سپوت ہیں۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں جہاں ہر طرف بد کرداری کا عمل دخل ہے ایسے لوگ روشنی کی کرن ہیں۔ ان سے بھی تحریک خلافت کا تعارف ہوا۔ امیر محترم سے تو وہ پہلے ہی سے واقف تھے۔ تھوڑی دیر ان کے ساتھ رہنے کے بعد ہمارا رخ رئیس بلدیہ کراچی جناب مسعود عالم رضوی کے آفس کی طرف ہوا۔ کچھ دیر انتظار کے بعد وہ تشریف لائے وہ امیر تنظیم سے واقف تھے بلکہ کئی کیسٹوں کے وہ ناظر بھی تھے۔

ایسے موقعوں پر ہمارے یہاں ایک اصطلاح استعمال ہوتی ہے کہ باہمی دلچسپی کے امور پر بات چیت ہوئی۔ ہماری دلچسپی تو تحریک خلافت اور اس کے "کاز" سے ہے۔ ہماری گفتگو کا تانا بانا بھی یہی تحریک خلافت ہے اور ہم گئے بھی اسی لئے تھے کہ ہر طبقہ تک اس آواز کو پہنچایا جائے۔

بعد از نماز عصر شرقی نمبر ۸ کے دفتر میں اس علاقے کے معاونین موجود تھے۔ اپنے طریقہ کار کے مطابق جنرل صاحب ایک ایک معاون کو بلا کر ان سے تحریک خلافت کے متعلق مختلف سوالات کرتے رہے اور ہدایات دیتے رہے۔ آپ نے فرمایا ہمارا ٹارگٹ یہ ہونا چاہیے کہ اس تحریک میں مزید لوگ شامل ہوں۔ یہی ہر شخص کا ٹاسک ہے آپ کو جو روشنی ملی ہے اسے عام کیجئے۔ جب تک ایک بڑی تعداد جمع نہیں ہوتی اقدام کا وقت نہیں آئے گا۔ جتنی بڑی نیکی ہوگی اس کی مخالفت بھی اتنی بڑی ہوگی۔ آپ گھبرائیں نہیں نیکی کی یہی پہچان ہے۔ انقلاب برپا کرنے کے لئے ایک بڑی تعداد منظم ہونی چاہیے۔ اس کے لئے ہر شخص کو بھرپور محنت کرنی ہوگی۔ ایک صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا ڈاکٹر صاحب کی کوششوں سے آپ جیسے لوگ اس تحریک کو ملے ہیں' ڈاکٹر صاحب تو کامیاب ہو گئے آپ کی کامیابی یہ ہے کہ آپ کتنے آدمیوں کو تحریک میں لاتے ہیں۔ دنیاوی کاموں کے لئے انسان وقت نکالتا ہے' دین کے کام کے لئے وقت تو نکالنا پڑے گا۔ اس کے بغیر آگے قدم کیسے بڑھے گا۔ اس شام جنرل صاحب سے ملنے والے معاونین کی تعداد ۴۹ رہی۔

۱۹ جنوری کو جنرل انصاری صاحب کے ہمراہ ہمارا

وفد صبح ساڑھے دس بجے کور کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل جناب نصیر احمد سے ملاقات کے لئے پہنچا۔ تعارف کے بعد تحریک خلافت کا تعارف پیش کیا گیا۔ اس ملاقات کا مقصد ہی یہ تھا کہ ملک کے بااثر اور بااقتدار حضرات تک دعوت کو پیش کیا جائے۔ تاکہ انہیں معلوم ہو کہ شرکی قوتوں کا جو غلبہ اس وقت نظر آرہا ہے خیر کی قوتیں بھی اسی معاشرے میں موجود ہیں۔ شرار بولہبی کے مقابلے میں چراغ مصطفوی لیکر چلنے والے بھی موجود ہیں۔ اب ان حضرات کا امتحان ہے کہ وہ شر کے محافظ بنتے ہیں یا خیر کے۔ یہ حجت بہرحال ان پر قائم ہوتی ہے۔ جو جس قدر بااثر ہے اس سے حساب بھی قدرت اسی انداز سے لے گی۔ پھر ہمارے جو اہداف ہیں یہ حضرات ان سے بھی واقف ہوجائیں۔ پاکستان کی سرحدوں کے یہ محافظ اس کی نظریاتی سرحدوں سے واقف ہوجائیں اور انہیں معلوم ہوجائے کہ ان نظریاتی سرحدوں کے محافظ ان سے کیا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ تحریک خلافت لے کر اٹھے ہیں' اللہ کی زمین پر اللہ کی حکمرانی قائم کرنے کے دعویدار ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ سرحدوں کے محافظ اپنے لاؤ لشکر سمیت اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ ان کا وجود اس بات کا متقاضی تھا کہ وہ ایسا کرتے۔ کیا دور خیر القرون میں ہماری بہادر فوج اللہ کے کلمہ کی محافظ نہ تھی؟ ان کے خون کا ہر قطرہ اللہ کی راہ میں بہنے کے لئے مضطرب تھا' اس کی حدود کی حفاظت کا ذمہ دار تھا۔ اس فوج کا ایک ایک فرد داعی بھی تھا اور محافظ بھی۔

تاریخ سے یہ نقوش ابھی مٹے نہیں ہیں۔ یہ ہماری تاریخ کے روشن باب ہیں' آج بھی اس میں ویسی ہی چمک دمک ہے۔ دور جدید نے اسے ایک پیشہ بنادیا ہے۔ دعوت کا قصہ ان سے چھین لیا ہے وہ محض ایک سپاہی ہیں یا زیادہ سے زیادہ سرحدوں کے محافظ۔ یہ بات ہمیں انہیں سمجھانی ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ اسلامی حکومت کی سرحد کی حفاظت کے لئے ایک رات پہرہ دینا ایک ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس ایک بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی عظمت کیا ہے۔ جس حکومت کی محافظت کی ایک رات اتنی عظیم ہے اس حکومت کو قائم کرنے کی جدوجہد کتنی عظیم ہوگی۔ دور جدید کا کوئی کمپیوٹر اس کا حساب نہیں لگا سکتا۔ ہماری فوج پر اگر یہ عظمت منکشف ہوجائے تو ملک کی تقدیر بدل سکتی ہے۔

"جنرل صاحب کی آخری "وزٹ" شرقی نمبر ۳ کے دفتر میں تھی' جہاں لانڈھی کورنگی کے معاونین تھے۔ یہ نشست مغرب تا عشاء بعد بھی جاری رہی۔ ۲۰ معاونین ملاقات کے لئے آئے۔ آپ نے فرداً فرداً ہر ایک کا حال دریافت کیا۔ تنظیم و تحریک سے وابستگی اور ان کی پیش رفت کا جائزہ لیا۔ آپ نے فرمایا اس پیغام کو لیکر باہر نکلیں 'لوگوں کو سینے سے لگائیں' چراغ، جلیں گے۔ ہر آدمی کے تحت الشعور میں نیکی موجود ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ اس کو شعور کی سطح پر لائیں۔ اگر ہم غور کریں تو ہر ایک داعی کے حصے میں کم از کم ایک ہزار آدمی آتا ہے۔ آپ کم از کم سو آدمیوں کو دعوت کے قریب لائیں ہم میں سے ہر فرد کے پاس جتنی صلاحیت موجود ہے وہ بروئے کار لائے۔ ہر شخص مختلف ہے۔ لہٰذا اس کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کی جائے۔ معاشرے کے اثرات سے بغاوت کرکے آنا آسان نہیں ہے۔ اس میں بڑی محنت کی ضرورت ہے۔

ایک نوجوان سے مخاطب ہوکر فرمایا ایک غلط کار آدمی اپنے دوست کو گھیر کر سینما لے جاسکتا ہے۔ پھر ایسا کیوں نہیں ہے کہ آپ ایک صحیح راستے پر لوگوں کو لاسکیں۔ یہ بات اپنی جگہ پر ہے کہ کوئی نیکی وسیع پیمانے پر حکومت کے بغیر نافذ نہیں ہوسکتی۔ اس نیکی کے نفاذ کے لئے انقلاب کی ضرورت اسی لئے ہے۔

جنرل صاحب کا یہ تین روزہ دورہ اس نشست کے ساتھ مکمل ہوا۔ آپ کی بھاگ دوڑ اور قوت کار کو دیکھ کر جوانوں میں نیا عزم پیدا ہوا اور تحریک خلافت کے لئے لوگوں میں نئی امنگ ابھرتی ہوئی محسوس ہوئی۔

جنرل صاحب نے اسی دوران جمعیت علماء پاکستان کے سینیئر نائب صدر جناب شاہ فرید الحق سے ملاقات کی اور ملک کی موجودہ صورتحال پر تفصیل سے تبادلہ خیال کیا۔ ○○

کراچی میں خطباتِ خلافت کے بعد

سوال و جواب کی نشست کا حاصل

خطبات خلافت کے سلسلے کا آغاز کراچی سے ہوا تھا جہاں ان کے اختتام پر سوال و جواب کی ایک بھرپور نشست ہوئی لیکن لاہور میں سوال و جواب کی رپورٹ کی موجودگی میں (جو اسی شمارے میں موجود ہے) اس کی تفصیل غیر ضروری ہو جاتی ہے تاہم کراچی سے محمد سمیع صاحب نے اس محفل کا حاصل اپنے الفاظ میں بیان کردیا ہے' ملاحظہ فرمایئے ---- ادارہ

برصغیر ہند و پاکستان میں غلبہ دین کی جدوجہد شروع ہوئے تقریباً ایک صدی کا عرصہ مکمل ہونے والا ہے لیکن جو صورت حال ہمیں نظر آتی ہے' وہ خاصی مایوس کن ہے۔ حالیہ انتخابات میں دینی جماعتوں کی پسپائی کے تناظر میں مایوسی کی کیفیت میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔ ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ واقعی صورت حال کو پس منظر سمیت سامنے رکھ کر حالات کا جائزہ لیا جائے کہ وہ کون سے عوامل ہیں جنہوں نے دینی جماعتوں کی پیشرفت کو روکا ہوا ہے۔

پہلی بات جسے اچھی طرح ذہن نشین کیا جانا چاہیے یہ ہے کہ غلبہ دین یعنی اسلامی نظام کو قائم کرنے کا کام کوئی آسان کام نہیں ہے۔ حضور ﷺ واحد مثال ہیں کہ ایک انسانی زندگی میں انقلاب برپا ہوگیا' اس قسم کی کوئی اور مثال موجود نہیں۔ انبیاء علیہم السلام میں بھی نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی شخصیت کو خیال میں لایئے جو ابوالانبیاء ہیں' خلیل اللہ ہیں' امام الناس ہیں لیکن نہ کوئی انقلاب ان کی زندگی میں آیا اور نہ کوئی نظام قائم ہوا۔ یہ انقلاب ایک بار عالمی سطح پر رونما ہوگا تو حضور ﷺ نے چونکہ پیشین گوئی فرمائی ہے لہٰذا ہمیں اس کا یقین ہے ورنہ بظاہر یہ ناممکن نظر آتا ہے۔ یہ پوری انسانی تاریخ میں صرف ایک مرتبہ ہوا اور حضور ﷺ کی زندگی میں ہوا لیکن اب حضور ﷺ کی نظیر تو کوئی پیدا ہو نہیں سکتی لہٰذا بظاہر یہ بات ناممکن نظر آتی ہے لیکن جب آپؐ نے فرمایا ہے تو ہوگا۔ البتہ کیسے ہوگا؟ کتنی نسلوں میں جاکر پورا ہوگا؟ اللہ بہتر جانتا ہے۔

اس وقت بھی یہ دعوت اور تحریک تیسری نسل میں ہے۔ دعوت کا آغاز کرنے والوں میں حضرت شیخ الہند" کی سرپرستی میں پہلی شخصیت ابوالکلام آزاد مرحوم کی تھی۔ آٹھ برس تک اس کام میں وہ یکسو ہو کر لگے رہے' ۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۰ء تک۔ پھر وہ بد دل ہو گئے اور علماء کی مخالفت ہی ان کی بد دلی کا سب سے بڑا سبب بنی۔ انہوں نے اس کام کو چھوڑ دیا ورنہ انہوں نے حزب اللہ قائم کی تھی اور الہلال اور البلاغ جاری کئے تھے۔ پھر وہ کانگریس میں چلے گئے۔ ان کے بعد مولانا مودودی نے اس کام کو شروع کیا اور اس تحریک کے ذریعہ سے بڑے وسیع حلقے میں یہ بات پھیلی۔ پھر وہ پاکستان میں آکر سیاست کے میدان میں داخل ہو گئے۔ یہاں انہوں نے ایک کام تو ٹھیک کیا اور وہ دستور اسلامی کا مطالبہ تھا۔ اس کے نتیجے میں چونکہ اس وقت تک ان کی جماعت سیاسی جماعتوں میں شمار نہیں ہوتی تھی تو مسلم لیگیوں نے بھی مدد کی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی تو جماعت اسلامی کے آدمی نہیں تھے' وہ تو مسلم لیگ کے رہنما تھے۔ انہوں نے دستور ساز اسمبلی کے اندر اعلان کیا کہ اگر قرار داد مقاصد کو پاس نہیں کرو گے تو میں باہر جا کر لوگوں سے کہوں گا کہ مسلم لیگ نے تمہیں دھوکہ دیا کیونکہ انہوں نے اسلام کا صرف نعرہ لگایا تھا ورنہ اسلام نافذ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ تب جا کر قرار داد مقاصد پاس ہوئی۔ جماعت اسلامی چونکہ اس وقت تک سیاسی جماعت نہیں سمجھی جاتی تھی لہٰذا ہر مسلمان اس کی تائید کرتا تھا۔ یہ راستہ تو صحیح تھا لیکن بدقسمتی سے پھر وہ الیکشن کے راستے میں پڑ کر ایک سیاسی پارٹی بن گئے جس نے اپنا وہ رول ختم کر لیا۔ یہ حادثہ ہوا ہے۔ اب یہ تحریک تیسری نسل میں ہے اور ڈاکٹر اسرار احمد' امیر تنظیم اسلامی اس نسل سے تعلق رکھنے کے مدعی ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسی کام کو لے کر آگے بڑھے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ:

"یہ جان لیجئے کہ ہم اللہ کی قدرت سے مایوس نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کام ہمارے ہاتھوں کروا دے۔ یہ تو اللہ کی قدرت ہے۔ ہمیں اپنی طاقت پر گھمنڈ نہیں ہے۔ اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ نہیں ہے تاہم اللہ کی قدرت سے ہم مایوس بھی نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ایک طرف ہمارے سامنے بہت وسیع منظر BROAD SPECTRUM ہے۔ اللہ کے اولوالعزم رسل پانچ ہیں۔ پہلے حضرت نوح علیہ السلام ہیں اور آخری حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک دعوت دیتے رہے اور گنتی کے چند لوگ آئے۔ اگلا قدم اٹھنے کا سوال ہی نہیں۔ حضرت محمد ﷺ نے ۲۰ برس میں انقلاب برپا کر دیا۔ اب ہمارا معاملہ کہیں بیچ ہی میں آئے گا۔ بیچ میں آنے کا کیا مطلب ہے؟ اگر چار پانچ نسلوں میں ہو جائے تو سو برس میں ہو جائے گا۔ اس پر بھی ہم خوش ہیں اس لئے کہ ہماری کامیابی تو یہ ہے کہ ہم اس کام کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے اللہ کے ہاں پہنچ جائیں۔ کب وہ نتیجہ نکلے گا' اس کا محاسبہ اللہ کے ہاں ہم سے نہیں ہو گا۔

البتہ حضور ﷺ کی سیرت مطہرہ کا ایک اہم نکتہ سمجھ لیجئے کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے بیس برس کو دو حصوں میں تقسیم کیجئے۔ دس برس کے بعد حضور ﷺ کے پاس بمشکل ڈیڑھ سو افراد تھے۔ دس برس تک دعوت دی ہے مکہ میں۔ حضور ﷺ جیسا مبلغ' مربی اور معلم سیرت و کردار کی وہ معراج کہ کوئی بدترین دشمن بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کے دامن پر نعوذ باللہ کوئی داغ یا دھبہ ہے۔ پھر بھی ڈیڑھ سو سے زیادہ افراد دس برس میں نہیں آئے۔ ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو حضور ﷺ کے لئے مکہ میں رہنا ممکن نہیں تھا۔ اتنی جمعیت نہیں تھی کہ اپنے بل پر مکہ میں رہ سکتے۔ اسی لئے طائف گئے لیکن طائف میں ایک ہی دن میں حضور ﷺ پر جو کچھ گزرا ذاتی طور پر مکہ میں دس برس میں نہیں ہوا تھا۔ پتھراؤ ہوا' لہولہان ہو گئے' استہزاء ہوا۔ جو کچھ بھی ہوا وہ آپ کے علم میں ہے۔ واپس آئے تو ایک مشرک کی امان لے کر مکہ میں داخل ہو سکے۔ اتنی طاقت نہیں تھی دس برس کے بعد بھی کہ اپنے بل پر مکہ میں داخل ہو سکتے۔ مطعم بن عدی کی امان میں مکہ میں داخل ہوئے۔ اور وہ شخص کون ہے' جیسے ابو طالب بغیر اسلام کے دنیا سے چلے گئے۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ میرے کندھے پر بھی احسان ہے ابو طالب کا اور آپ کے کندھے پر بھی ہے۔ حضور ﷺ کی دس برس تک آپ نے حفاظت کی لیکن ایمان کے بغیر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مطعم بن عدی کا بھی احسان ہے مجھ پر بھی اور آپ پر بھی کہ اس نے حضور ﷺ کو امان دی تھی حالانکہ اسلام لائے بغیر دنیا سے چلا گیا۔ لیکن حضور ﷺ کو اس کا اتنا پاس تھا کہ غزوہ بدر میں جب ستر (۷۰) قیدی حضور ﷺ کی تحویل میں تھے آپؐ نے فرمایا کہ آج اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ سفارش کرتا تو میں ان ستر قیدیوں کو بغیر فدیہ لئے چھوڑ دیتا۔

تو پہلے دس برس میں تو یہ ہوا۔ اس وقت کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ دعوت محمدی ﷺ چند سالوں میں اتنی کامیاب ہو جائے گی کہ پورے عالم عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ حضور ﷺ چل کر طائف گئے اور طائف میں ان کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ آپ کو معلوم ہے۔ مدینہ آپؐ گئے بھی نہیں اور مدینہ سے چل کر لوگ مکے آئے اور ایمان لے آئے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ یہ حضور ﷺ کی پلاننگ تو نہیں تھی۔ حضور ﷺ کی پلاننگ ہوتی تو حضور ﷺ مدینہ گئے ہی نہ ہوتے۔ آپؐ کی پلاننگ میں تو طائف تھا۔ طائف سے آپ کو خالی ہاتھ آنا پڑا۔ اس لئے ہمیں نہیں معلوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کون سا دروازہ کھل جائے۔ آج بند جو سامنے لگے ہوئے نظر آ رہے ہیں' جانے کب اللہ یہ بند کھول دے' دلوں کو انشراح عطا کر دے۔ اللہ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں۔"

دین کے معاملے میں گزشتہ چار سو برس سے اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت برصغیر ہند و پاک پر رہی ہے۔ ممکن ہے اس کی مشیت میں اسلامی انقلاب کا آغاز اسی خطہ زمین سے ہونا ہو۔ رہی یہ بات کہ فی الحال ہزیمت کا سامنا ہے تو بقول اقبال۔

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

ہپی نیو ایئر کی غیر اسلامی تقریبات کے خلاف احتجاج

نظریہ پاکستان کیخلاف کسی غلط روش کو برداشت نہیں کیا جائے گا تنظیم ... ناظم

راولپنڈی (پ ر) تنظیم اسلامی راولپنڈی اسلام آباد کے زیر اہتمام بعد نماز جمعہ ہپی نیو ایر کی غیر اسلامی و غیر اخلاقی تقریبات منعقد کرنے کے خلاف مری روڈ پر مظاہرہ کیا گیا۔ شمس الحق اعوان ناظم تنظیم اسلامی حلقہ شمالی پنجاب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ خداداد پاکستان کی بنیاد نظریہ اسلام ہے اس لئے یہاں اس نظریہ کے خلاف کسی روش کو ہرگز برداشت نہیں کیا جا سکتا انہوں نے کہا اغیار کی اندھی تقلید نے ہمیں موجودہ تباہی تک پہنچایا ہے۔ مظاہرے میں شرکاء نے عریانی فحاشی اور شراب و شباب کی محافل کے خلاف متعدد بینر کارڈ اٹھا رکھے تھے۔

راولپنڈی: تنظیم اسلامی کے کارکن نئے سال کی آمد پر منعقدہ غیر اسلامی تقریبات کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کر رہے ہیں۔ (فوٹو خبریں)

روزنامہ خبریں راولپنڈی

نیو ایئر کی غیر اخلاقی تقریبات منانے کے خلاف مظاہرہ

تنظیم اسلامی راولپنڈی کے کارکن نئے سال کی آمد پر غیر اسلامی تقریبات کے خلاف مظاہرہ کر رہے ہیں (فوٹو پاکستان)

ایسی تقریبات عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے شمس الحق کا خطاب

راولپنڈی (نامہ نگار خصوصی) تنظیم اسلامی راولپنڈی اسلام آباد کے زیر اہتمام جمعہ کے روز سہ پہر 3 بجے ہیپی نیو ایئر کی غیر اسلامی و غیر اخلاقی تقریبات منعقد کرنے کے خلاف مری روڈ پر زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرین نے بینر کارڈ اٹھا رکھے تھے جن پر عریانی فحاشی کی محفلوں کے انعقاد کے خلاف نعرے درج تھے ریالٹو چوک کے قریب مظاہرین سے ناظم تنظیم اسلامی شمالی پنجاب شمس الحق اعوان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایسی تقریبات عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہیں۔ اور یہ نظریہ پاکستان سے بھی سراسر منافی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مغرب زدہ ایک مخصوص طبقہ صرف ذہنی عیاشی کے لئے ایسی تقریبات کا سہارا لیتا ہے۔ اور اعلان کیا کہ تنظیم اسلامی ایسی برائیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے جدوجہد جاری رکھے گی۔ مظاہرین نے بعد ازاں نعرے لگائے اور پر امن طور پر منتشر ہو گئے۔

روزنامہ پاکستان راولپنڈی

شراب و کباب کی محفلوں کے خلاف تنظیم اسلامی کا احتجاجی مظاہرہ

مظاہرین نے بینر کارڈ اٹھا رکھے تھے، مظاہرے کی قیادت ناظم صوبہ نے کی

راولپنڈی (بیورو رپورٹ) سال نو کی آمد کے موقع پر ہیپی نیو ایئر منانے کے سلسلے میں شراب و کباب کی محفلیں سجانے، فحاشی اور بدکاری کا مظاہرہ کرنے کے خلاف گزشتہ روز تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ایک پرامن مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرین نے پوسٹر اور بینر کارڈ اٹھا رکھے تھے، جن پر "فحاشی کو بند کرو اور مغربی تہذیب کا پرچار بند کرو" جیسے الفاظ درج تھے۔ یہ مظاہرہ تنظیم اسلامی کے آفس راولپنڈی جنرل ہسپتال کے قریب سے شروع ہو کر مری روڈ سے ہوتا ہوا صدر میں ایک مقامی اخبار کے دفتر کے سامنے منتشر ہوا جس کی قیادت تنظیم اسلامی شمالی پنجاب کے ناظم شمس الحق اعوان نے کی۔ آخر میں مظاہرین پرامن طور پر منتشر ہو گئے۔ مظاہرین نے مقامی انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ فحاشی کا سدباب کیا جائے اور اس کا ارتکاب کرنے والوں کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے۔

تنظیم اسلامی راولپنڈی کے زیر اہتمام جشن سال نو پر رقص و سرور کی محفلوں کے خلاف مری روڈ پر مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ جنگ فوٹو

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36-K, Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

ایک خط اور اس کا جواب

کراچی کے روزنامہ "جسارت" میں اس کے ایک قاری اپنے مراسلے میں ایک دور کی کوڑی لائے ہیں۔ ویسے "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" بھی اسی طرح کی واردات ہوتی ہے جس کا منظر "جسارت" نے یہ مراسلہ اشاعت کے لئے منتخب کر کے پیش کیا ہے۔ پہلے عنوان سمیت وہ خط پڑھیے اور پھر ہمارے کراچی کے ساتھی محمد سمیع صاحب کا جواب ملاحظہ فرما کر فیصلہ کیجئے کہ "جسارت" اور اس کے فاضل مکتوب نگار کی اس لاجواب منطق کو کیا نام دیا جائے۔ (ادارہ)

ڈاکٹر اسرار احمد اور جماعت اسلامی

مورخہ ۲۵ نومبر (جمعرات) ۹۳ء خالق دینا ہال کراچی میں سوال و جواب کی ایک نشست میں شرکت کا شرف حاصل ہوا۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جوابات کے لئے مدعو کئے گئے تھے اس موقع پر جو نامناسب طریقہ جوابات دیکھنے میں آیا اس کی طرف ڈاکٹر صاحب کی توجہ مبذول کرنا بھی مقصود ہے اور لوگوں کو بھی اپنے مشاہدہ میں شامل کرنا ضروری ہے۔ اس نشست کے لئے سوال کنندگان کے نام اور پتے پہلے سے حاصل شدہ تھے اور جواب دینے کی شرط یہ تھی کہ سوال کرنے والے کا نام پکارا جائے گا اور وہ اپنی حاضری ثابت کرے گا تب جواب دیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ شرط ایک نفسیاتی حربہ کے طور پر استعمال کی گئی تاکہ ٹھوس اور لاجواب سوالات سے پہلو تہی اختیار کی جاسکے۔ چنانچہ عملاً ایسا ہی ہوا کہ اکثر سوال کنندگان نے اپنی حاضری کو پوشیدہ رکھا۔ اور یوں ڈاکٹر صاحب لاجواب سوالات کا سامنا کرنے سے بچ گئے جن سوال کنندگان نے کھڑے ہو کر اپنی حاضری لگوائی ان کے جواب بھی تشنگی کا شکار رہے۔ بیشتر سوالات کا خلاصہ یہ رہا کہ جب ڈاکٹر صاحب اور جماعت اسلامی کی منزل ایک ہے تو راستے دو کیوں ہیں؟ نیز یہ کہ ڈاکٹر صاحب کا راستہ محض سراب ہے جبکہ جماعت اسلامی کی راہ ٹھوس عملی دنیا کے بیچ میں گزرتی ہے۔ حاضرین نے ڈاکٹر صاحب کی تحریک کو خاکسار، حزب اللہ اور دیگر وقتی تحریکوں کی طرح وقت کی گرد میں دب جانے والی تحریک بھی قرار دیا جب کہ جماعت اسلامی کی تحریک کو دور جدید کے تقاضوں کے مطابق قرار دے کر آنے والے ادوار میں زندہ رہنے والی تحریک تصور کیا۔

رئیس اللہ شمس
کراچی

دور کی کوڑی

ہمارے بھائی رئیس اللہ شمس بہت دلچسپ آدمی ہیں۔ بعض اوقات اتنی دور کی کوڑی لاتے ہیں کہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ مثلاً انہوں نے حال ہی میں اپنے ایک مراسلے میں ارشاد فرمایا ہے کہ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی جانب سے "خطبات خلافت" نامی پروگرام میں سوالوں کے جواب کے لئے جو پیشگی شرط لگائی تھی کہ صرف ان حضرات کے سوالوں کا جواب دیا جائے گا جو موقع پر موجود ہوں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ٹھوس اور لاجواب سوالوں سے پہلو تہی اختیار کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ عملاً ایسا ہی ہوا کہ اکثر سوال کنندگان نے اپنی حاضری کو پوشیدہ رکھا۔

یہ بات فہم سے بالاتر ہے کہ ٹھوس اور لاجواب سوال کرنیوالے اپنے آپ کو پوشیدہ کیوں رکھیں۔ اگر وہ واقعی اپنے سوالوں کے جواب کی خواہش میں مخلص تھے تو پھر ان کا یہ رویہ چہ معنی دارد! اور پھر پتہ نہیں بھائی رئیس اللہ کو یہ الہام کیسے ہوگیا کہ جو لوگ موجود نہیں تھے جنہوں نے سامنے آنا مناسب نہ سمجھا ان کے سوالات ٹھوس اور لاجواب تھے جبکہ ان کے سوالات ہال میں پڑھے ہی نہیں گئے۔

رہا ان کا یہ دعویٰ کہ سوالوں کا خلاصہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ حاضرین نے تنظیم اسلامی کے راستے کو سراب اور جماعت اسلامی کی تحریک کو دور جدید کے مطابق قرار دیا تو اول تو پتہ نہیں کہ انہوں نے یہ خلاصہ کس بنیاد پر مرتب کیا۔ اور یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ کس جماعت اسلامی کی بات کر رہے ہیں۔ آیا اس جماعت اسلامی کی جسے ۴۷ء کے بعد ایک اسلامی تحریک سے قومی سیاسی جماعت میں تبدیل کر دیا گیا تھا یا اس جماعت اسلامی کی جس کے تابوت میں اسلامی فرنٹ نے آخری کیل ٹھونک دی۔ بھائی رئیس اللہ تو شاید یہ ثابت نہ کر سکیں کہ تنظیم اسلامی سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہے البتہ گزشتہ نصف صدی کی جماعت اسلامی کی جدوجہد کے نتائج سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ سراب کے پیچھے یہ خود بھاگ رہی ہے۔

اصل میں معاملہ وفاداری بشرط استواری کے جذبہ کا ہے جس سے مجبور ہو کر انہوں نے قارئین جسارت میں مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جو بیشتر جماعت اسلامی کے حلقہ سے متعلق ہیں۔ وگرنہ تنظیم اسلامی کے سارے پروگرام ویڈیو اور آڈیو کیسٹس پر ریکارڈ کئے جاتے ہیں۔ اگر انہیں خود کوئی مغالطہ لاحق ہوگیا ہے تو وہ ان کیسٹس کی سماعت فرمالیں۔○○

محمد سمیع
کراچی

اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم پر مشتمل
ڈاکٹر اسرار احمد
کے دس خطابات کا مجموعہ
منہج انقلاب نبوی ﷺ
سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں اسلامی انقلاب کی جدوجہد کے رہنما خطوط
صفحات ۳۸۴ ● قیمت: اشاعت خاص (مجلد) ۶۰/- اشاعت عام ۳۰/-
ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۳۶- کے، ماڈل ٹاؤن